نبوت کے جھوٹے مدعی، قادیانی کذاب کی زندگی کے ایک پہلو پر مفصل تحریر

مرزا قادیانی

کنجریوں کے جھرمٹ میں

مفتی سید مبشر رضا قادری

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ


+923247448814

مرزا قادیانی کنجریوں کے جھرمٹ میں

(کنجری، کنچنی، طوائف ایک ہی لفظ کے مختلف نام ہیں)

مقدمہ

یہ رسالہ کتاب ''مرزا قادیانی اِن ہیرا منڈی'' کے اس تسلسل کی ایک اہم کڑی ہے، جس میں اب تک مرزا غلام احمد قادیانی کے لاہور، ہیرا منڈی، اور بعض مخصوص مشتبہ مقامات سے تعلق پر قادیانی مآخذ کی روشنی میں گفتگو کی جا چکی ہے۔ زیرِ نظر رسالہ اس بحث کو ایک نئے زاویے سے آگے بڑھاتا ہے، جہاں محض قیام یا آمد و رفت نہیں، بلکہ قادیانی لٹریچر میں مذکور ایسے واقعات کو یکجا کیا جا رہا ہے جن میں طوائفوں، مجروں، بازارِ حسن، اور ان سے وابستہ افراد کا ذکر براہِ راست یا بالواسطہ موجود ہے۔

اس رسالے کا مقصد کسی فرد یا جماعت پر بلا دلیل الزام تراشی نہیں، بلکہ خود قادیانی کتب، سوانح، ملفوظات اور تاریخی تذکروں سے ایسے اقتباسات پیش کرنا ہے جن سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس شخص نے اپنے آپ کو مسیح موعود، مہدی منتظر، اور اللہ کی طرف سے مامور قرار دیا، اس کے ماحول، صحبت، قیام اور ذوق کا رخ کن سمتوں میں رہا۔

یہ بھی ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ قادیانی لٹریچر میں نہ صرف مرزا غلام احمد قادیانی بلکہ اس کے بعض بیٹوں، قادیانی خلفاء اور جماعت کے چند نمایاں افراد کے حوالے سے ایسے واقعات ملتے ہیں جن میں طوائفوں، مجروں، اور بازارِ حسن کے تذکروں کو یا تو معمولی بنا کر پیش کیا گیا یا نیت اور تاویل کے پردے میں چھپانے کی کوشش کی گئی۔

یہ رسالہ اسی طرزِ فکر کو موضوعِ بحث بناتا ہے اور یہ سوال اٹھاتا ہے کہ:

کیا انبیاء، مہدیین اور مجددین کا معیارِ حیات وہی ہوتا ہے جو قادیانی مصادر میں دکھایا جا رہا ہے؟

کیا قرآن وسنت کی روشنی میں ایسے ماحول، ایسی صحبت اور ایسے مشاغل کسی بھی دینی پیشوا کے شایانِ شان ہو سکتے ہیں؟

اور کیا یہ سب واقعات محض اتفاقات ہیں، یا ایک مسلسل ذہنی و عملی رجحان کی نشان دہی کرتے ہیں؟

زیرِ نظر رسالے میں ہر بات صرف قادیانی مآخذ سے لی جائے گی، حوالہ مکمل دیا جائے گا، اور قاری پر چھوڑا جائے گا کہ وہ خود فیصلہ کرے کہ یہ کردار نبوت و مہدیت کے دعوے سے مطابقت رکھتا ہے یا نہیں۔

یہ رسالہ نہ کسی افسانہ نگاری کا حصہ ہے، نہ مخالفانہ جذباتیت کا بلکہ یہ ایک تحقیقی دستاویز ہے جو آئندہ آنے والے ابواب جن میں مخصوص افراد، مخصوص واقعات اور مخصوص مقامات پر تفصیلی گفتگو ہوگی اور محققین کے لیے تحقیقی وفکری بنیاد فراہم کرتا ہے۔

مرزا قادیانی اور غیر محرم عورتیں

اسلام نے انسانی معاشرے کی پاکیزگی اور اخلاقی توازن کے لیے عورت کی عصمت، پردے اور غیر محرم مرد و عورت کے اختلاط سے اجتناب کو بنیادی اصول قرار دیا ہے۔ قرآن و سنت میں بار بار اس امر کی تاکید ملتی ہے کہ تنہائی، بے تکلفی اور غیر ضروری میل جول گناہ کی طرف پہلا قدم بن جاتا ہے، اسی لیے شریعت نے ان تمام راستوں کو ابتدا ہی میں بند کر دیا ہے جو فتنہ و فساد پر منتج ہوں۔

مرزا غلام احمد قادیانی اپنی تصانیف میں انہی اسلامی اصولوں کو نہ صرف تسلیم کرتا ہے بلکہ ان کی سخت الفاظ میں تلقین بھی کرتا ہے۔ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تقویٰ کو مثال بنا کر یہ لکھتا

ہے کہ نبی کریم ﷺ پاکدامن عورتوں سے بھی مصافحہ نہیں فرماتے تھے، اور یہ کہ قصداً عورت کی طرف نظر اٹھانا بھی بدنگاہی کا پیش خیمہ ہے۔ اسی طرح وہ غیر محرم عورتوں سے پردے کو لازمی قرار دیتا اور پردہ نہ کرنے والی عورتوں کے بارے میں سخت وعیدیں بیان کرتا ہے۔

لیکن جب قادیانی لٹریچر ہی کے اندر درج واقعات کو سامنے رکھا جائے تو ایک واضح تضاد ابھر کر سامنے آتا ہے۔ ایک طرف عمومی مسلمانوں کے لیے سخت شرائط، اور دوسری طرف مرزا قادیانی کے لیے وہ سب کچھ مباح قرار دینا جو وہ خود دوسروں کے لیے ناجائز ٹھہراتا ہے۔ قادیانی اخبارات اور کتب میں یہ بات صراحت سے لکھی گئی کہ غیر محرم عورتوں سے ہاتھ پاؤں دبوانا مرزا قادیانی کے لیے نہ صرف جائز تھا بلکہ اسے ”باعثِ برکت“ قرار دیا گیا، کیونکہ اسے ”نبی معصوم“ سمجھا جاتا تھا۔

یہی نہیں، قادیانی مصادر میں یہ تفصیلات بھی موجود ہیں کہ مرزا قادیانی کے گھر میں مختلف غیر محرم عورتیں مستقل رہتی تھیں، رات کے اوقات میں عورتوں کا پہرہ ہوتا تھا، بعض عورتیں آدھی رات تک پنکھا جھلتی رہتیں، اور ان سب کو روحانی لذت اور سرور کے الفاظ میں بیان کیا گیا۔ ان واقعات پر نہ تو اہلِ خانہ کی طرف سے کوئی اعتراض دکھائی دیتا ہے اور نہ ہی مریدوں کی جانب سے، بلکہ انہیں روحانیت کا حصہ بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔

اسی تسلسل میں عورتوں کے حُسن پر گفتگو، چہروں کے خد و خال کا موازنہ، خوابوں میں عورتوں کا ظہور، اور حتیٰ کہ بوڑھی ملازماؤں سے متعلق ایسے واقعات بھی قادیانی کتب میں درج ہیں جنہیں عام اسلامی اخلاقیات کے معیار پر رکھ کر دیکھا جائے تو شدید سوالات جنم لیتے ہیں۔ حیران کن بات یہ ہے کہ انہی روایات کے آخر میں مرزا قادیانی کو ”انبیاء کی طرح حسن شناس“ ثابت کرنے کی کوشش بھی کی جاتی ہے۔

مزید برآں، قادیانی جماعت کے اندرونی لٹریچر میں ایسے خطوط اور بیانات بھی شائع

ہوئے جن میں خود قادیانیوں کے درمیان اخلاقی الزامات زیر بحث آئے، اور یہ سب کچھ قادیانی اخبارات میں شائع ہو کر محفوظ ریکارڈ کا حصہ بن گیا۔ یہاں یہ بات خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ یہ تمام مواد مخالفین کی تحریروں سے نہیں بلکہ قادیانی جماعت کی اپنی کتب، اخبارات اور بیانات سے ماخوذ ہے۔

اسی لیے اس رسالے میں کسی بیرونی الزام یا قیاس آرائی پر انحصار نہیں کیا جا رہا، بلکہ ''گھر کی گواہی'' کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ اگر ان واقعات پر تنقید کی جاتی ہے تو اسے الزام تراشی کہنا علمی دیانت کے خلاف ہوگا، کیونکہ یہ سب کچھ خود قادیانی مصادر میں محفوظ ہے۔

یہی وہ پس منظر ہے جس میں رسالہ ''مرزا قادیانی کنجریوں کے جھرمٹ میں'' مرتب کیا جا رہا ہے، تاکہ قادیانی لٹریچر میں بیان کردہ عورتوں سے متعلق واقعات کو یکجا کر کے یہ سوال اٹھایا جا سکے کہ جس شخص کی زندگی میں یہ سب کچھ درج ہو، کیا اسے اسلامی معیار پر امام، مہدی یا نبی مانا جا سکتا ہے؟

آئندہ صفحات میں انہی حوالہ جات کو ایک ایک کر کے پیش کیا جائے گا، تاکہ قاری خود فیصلہ کرے کہ قادیانیت اور اسلامی حیا و شرم ایک ساتھ جمع ہو سکتی ہیں یا نہیں۔

غیر محرم سے پردہ اور مرزا قادیانی کا موقف

ہمارے سید و مولیٰ افضل الانبیاء خیر الاصفیاء محمد مصطفیٰ کا تقویٰ دیکھیے کہ وہ ان عورتوں کے ہاتھ سے بھی ہاتھ نہیں ملاتے تھے جو پاکدامن اور نیک بخت ہوتی تھیں اور بیعت کر لینے کے لیے آتی تھیں بلکہ دور بٹھا کر صرف زبانی تلقین توبہ کرتے تھے۔

(روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 449)

یہ اسلام کی اعلیٰ تعلیم کا ایک نمونہ ہے کہ ہرگز قصداً کسی عورت کی طرف

نظر اٹھا کر نہ دیکھو کہ یہ بدنظری کا پیش خیمہ ہے۔

(روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 447)

عورتوں کو چاہیے کہ اپنے خاوندوں کا مال نہ چراویں اور نامحرم سے اپنے تئیں بچاویں۔ اور یاد رکھنا چاہیے کہ بغیر خاوند اور ایسے لوگوں کے جن کے ساتھ نکاح جائز نہیں اور جتنے مرد ہیں اُن سے پردہ کرنا ضروری ہے۔ جو عورتیں نامحرم لوگوں سے پردہ نہیں کرتیں شیطان اُن کے ساتھ ساتھ ہے۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 86)

مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب مرحوم نے حضرت مسیح موعود سے عرض کیا کہ میرے ساتھ شفا خانہ میں ایک انگریز لیڈی ڈاکٹر کام کرتی ہے اور وہ ایک بوڑھی عورت ہے۔ وہ کبھی کبھی میرے ساتھ مصافحہ کرتی ہے، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ حضرت صاحب نے فرمایا کہ یہ تو جائز نہیں ہے۔ آپ کو عذر کر دینا چاہیے کہ ہمارے مذہب میں یہ جائز نہیں۔

(سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ 363،362)

ان اقتباسات میں مرزا قادیانی خود اسلامی آدابِ معاشرت بیان کرتا ہے جو بعینہٖ قرآن وسنت کے مطابق ہیں۔ ان میں عورت و مرد کے اختلاط، نظر اور جسمانی قربت سے سخت اجتناب کی تعلیم دی گئی ہے۔ یہ بات بطور اصول درست ہے، لیکن مسئلہ تب پیدا ہوتا ہے جب یہی اصول خود اسی شخصیت کی عملی زندگی سے متصادم نظر آئیں۔

غیر محرم عورتوں سے ہاتھ پاؤں دبوانا

سوال ششم: حضرت اقدس (مرزا قادیانی) غیر عورتوں سے ہاتھ پاؤں کیوں دبواتے ہیں؟

جواب: وہ نبی معصوم ہیں، ان سے مس کرنا اور اختلاط منع نہیں بلکہ موجب رحمت و برکات ہے۔

(قادیانی اخبار الحکم قادیان جلد 11 نمبر 13 مورخہ 17 اپریل 1907ء)

یہ حوالہ واضح طور پر ایک نظری تضاد کو ظاہر کرتا ہے۔ ایک طرف عورت سے مصافحہ ناجائز، دوسری طرف غیر عورتوں سے جسمانی خدمت کو رحمت و برکت قرار دینا ایک ایسی تاویل ہے جس کی کوئی نظیر نہ قرآن میں ہے نہ سنت میں۔ یہاں "نبی معصوم" کا دعویٰ بطور جواز استعمال ہوا ہے، جو خود دعویٔ نبوت کی تقویت بن جاتا ہے۔

ٹانک وائن (شراب) کا استعمال اور اس پر فتوے

مجبی اخویم حکیم محمد حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

اس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے۔ آپ اشیا خریدنی خود خرید دیں اور ایک بوتل ٹانک وائن کی پلومر کی دکان سے خرید دیں مگر ٹانک وائن چاہیے۔ اس کا لحاظ رہے۔ باقی خیریت ہے۔ والسلام (مرزا غلام احمد)

(خطوط امام بنام غلام، صفحہ 5)

یہ حصہ محض ایک فعل نہیں بلکہ اخلاقی معیار کی تبدیلی کو ظاہر کرتا ہے۔ ٹانک وائن شراب ایک واضح نشہ آور مشروب کو علاج کے نام پر جائز ٹھہرانا، پھر اس پر بعد کے پیروکاروں کا دفاعی فتوے دینا، یہ سب اس بات کی علامت ہے کہ شخصیت کو شریعت پر فوقیت دی جا رہی ہے۔

نوجوان لڑکیوں کو بلا کر جسمانی خدوخال پر گفتگو

بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ مدت کی بات ہے جب میاں ظفر احمد صاحب کپورتھلوی کی پہلی بیوی فوت ہوگئی اور ان کو دوسری بیوی کی تلاش ہوئی تو ایک دفعہ حضرت صاحب نے ان سے کہا کہ ہمارے گھر میں دو لڑکیاں رہتی ہیں۔ ان کو میں لاتا ہوں، آپ ان کو دیکھ لیں۔ پھر ان میں سے جو آپ کو پسند ہو اس سے آپ کی شادی کر دی جاوے۔ چنانچہ حضرت صاحب گئے اور ان دو لڑکیوں کو بلا کر کمرہ کے باہر کھڑا کر دیا اور پھر اندر آ کر کہا کہ وہ باہر کھڑی ہیں، آپ چک کے اندر سے دیکھ لیں چنانچہ میاں ظفر احمد صاحب نے ان کو دیکھ لیا اور پھر حضرت صاحب نے ان کو رخصت کر دیا اور اس کے بعد میاں ظفر احمد صاحب سے پوچھنے لگے کہ اب بتاؤ تمھیں کونسی لڑکی پسند ہے؟ وہ نام تو کسی کا جانتے نہ تھے، اس لیے انھوں نے کہا کہ جس کا منہ لمبا ہے، وہ اچھی ہے۔ اس کے بعد حضرت صاحب نے میری رائے لی۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میں نے تو نہیں دیکھا۔ پھر آپ خود فرمانے لگے کہ ہمارے خیال میں تو دوسری لڑکی بہتر ہے جس کا منہ گول ہے۔ پھر فرمایا جس شخص کا چہرہ لمبا ہوتا ہے، وہ بیماری وغیرہ کے بعد عموماً بدنما ہو جاتا ہے۔ لیکن گول چہرہ کی خوبصورتی قائم رہتی ہے۔۔۔۔۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اللہ کے نبیوں میں خوبصورتی کا احساس بھی بہت ہوتا ہے۔ دراصل جو شخص حقیقی حسن کو پہچانتا اور اس کی قدر کرتا ہے۔ وہ مجازی حسن کو بھی ضرور پہچانے گا۔

(سیرت المہدی حصہ اول، صفحہ 241،240)

یہ روایت سماجی اور اخلاقی لحاظ سے انتہائی حساس ہے۔ بغیر سرپرست کے لڑکیوں کو بلانا، انہیں دیکھنا، اور گول منہ، لمبا منہ جیسے تبصرے کرنا نہ دینی وقار کے مطابق ہے اور نہ مشرقی سماجی اقدار کے۔ یہاں نبیوں کو حسن کا شعور ہوتا ہے جیسی توجیہ مزید اشکال پیدا کرتی

ہے۔

خواب میں نسوانی مناظر

آج میں نے بوقت صبح صادق چار بجے خواب میں دیکھا کہ ایک حویلی ہے۔اس میں میری بیوی والدہ محمود اور ایک عورت بیٹھی ہے۔تب میں نے ایک مشک سفید رنگ میں پانی بھرا ہے، اور اس مشک کو اٹھا کر لایا ہوں۔اور وہ پانی لا کر ایک گھڑے میں ڈال دیا ہے۔میں پانی کو ڈال چکا تھا کہ وہ عورت جو بیٹھی ہوئی تھی، یکا یک سرخ اور خوش رنگ لباس پہنے ہوئے میرے پاس آ گئی۔کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جوان عورت ہے۔پیروں سے سر تک سرخ لباس پہنے ہوئے شاید جالی کا کپڑا ہے۔میں نے دل میں خیال کیا کہ وہی عورت ہے جس کے لیے اشتہار دیئے تھے۔لیکن اس کی صورت میری بیوی کی صورت معلوم ہوئی۔گویا اس نے کہا، یا دل میں کہا کہ میں آ گئی ہوں۔ میں نے کہا یا اللہ آجاوے! اور پھر وہ عورت مجھ سے بغلگیر ہوئی۔۔۔۔۔

(تذکرہ مجموعہ وحی والہامات صفحہ 158،159)

یہ خواب محض ایک ذاتی کیفیت نہیں بلکہ اسے الہامی یا قابل ذکر بنا کر شائع کیا گیا۔ دینی تاریخ میں انبیاء و صالحین کے خواب پاکیزہ، علامتی اور اخلاقی پیغام کے حامل ہوتے ہیں، جب کہ یہاں خواب کی نوعیت نفسانی تاثر چھوڑتی ہے، جو سوالات کو جنم دیتی ہے۔

رات کا نسوانی پہرہ

مائی رسول بی بی صاحبہ بیوہ حافظ حامد علی صاحب نے بواسطہ مولوی

عبدالرحمن صاحب جٹ مولوی فاضل مجھ سے بیان کیا کہ ایک زمانہ میں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے وقت میں، میں اور اہلیہ بابو شاہ دین رات کو پہرہ دیتی تھیں اور حضرت صاحب نے فرمایا ہوا تھا کہ اگر میں سونے میں کوئی بات کیا کروں تو مجھے جگا دینا۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں نے آپ کی زبان پر کوئی الفاظ جاری ہوتے سنے اور آپ کو جگا دیا۔ اس وقت رات کے بارہ بجے تھے، ان ایام میں عام طور پر پہرہ پر مائی فجو، منشیانی اہلیہ محمد دین گوجرانوالہ اور اہلیہ بابو شاہ دین ہوتی تھیں۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 725)

رات کے وقت متعدد غیر محرم عورتوں کا پہرہ دینا، وہ بھی اس ہدایت کے ساتھ کہ کوئی بات کروں تو جگا دینا، یہ طرزِ عمل نہ نبوی اسوہ سے ثابت ہے اور نہ صوفیانہ احتیاط سے۔ یہاں بھی پردہ اور خلوت کے اصول مجروح ہوتے ہیں۔

مائی تابی کا مستقل قیام

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مائی تابی قادیان کے قریب ایک بوڑھی عورت تھی جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے گھر میں رہتی تھی اور اچھا اخلاص رکھتی تھی۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 758)

یہ روایت بذاتِ خود معمولی لگ سکتی ہے، لیکن جب اسے دیگر حوالہ جات کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے تو ایک مسلسل رجحان سامنے آتا ہے کہ غیر محرم عورتوں کا گھر میں قیام معمول سمجھا جاتا تھا، جو عمومی اسلامی طرزِ زندگی سے ہٹ کر ہے۔

مائی کوکو کی جلیبیاں

مائی کاکو نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میرے سامنے میاں عبدالعزیز صاحب پٹواری سیکھواں کی بیوی حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے لیے کچھ تازہ جلیبیاں لائی۔ حضرت صاحب نے ان میں سے ایک جلیبی اٹھا کر منہ میں ڈالی۔ اس وقت ایک راولپنڈی کی عورت پاس بیٹھی تھی۔ اس نے گھبرا کر حضرت صاحب سے کہا حضرت یہ تو ہندو کی بنی ہوئی ہیں۔ حضرت صاحب نے کہا تو پھر کیا ہے۔ ہم جو سبزی کھاتے ہیں، وہ گوبر اور پاخانہ کی کھاد سے تیار ہوتی ہے اور اسی طرح بعض اور مثالیں دے کر اسے سمجھایا۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 759)

یہاں اصل مسئلہ جلیبی نہیں بلکہ محفل کی نوعیت اور ماحول ہے۔ غیر محرم عورتوں کے ساتھ اس طرح کی نشستیں، اور پھر مذہبی مثالوں سے بات کو ہلکا کرنا، دینی سنجیدگی کے معیار پر پورا نہیں اترتا۔

بھانو کا واقعہ

ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت ام المومنین (مرزا قادیانی کی بیوی) نے ایک دن سنایا کہ حضرت صاحب کے ہاں ایک بوڑھی ملازمہ مسماۃ بھانو تھی۔ وہ ایک رات جبکہ خوب سردی پڑ رہی تھی، حضور کو دبانے بیٹھی۔ چونکہ وہ لحاف کے اوپر سے دباتی تھی اس لیے اسے یہ پتہ نہ لگا کہ جس چیز کو میں دبا رہی ہوں، وہ حضور کی ٹانگیں نہیں ہیں بلکہ پلنگ کی پٹی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد

حضرت صاحب نے فرمایا بھانو آج بڑی سردی ہے۔ بھانو کہنے لگی "ہاں جی تدے تے تہاڈی لتاں لکڑی وانگر ہویاں ہویاں ایں۔" یعنی جی ہاں جبھی تو آج آپ کی لاتیں لکڑی کی طرح سخت ہو رہی ہیں۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب نے جو بھانو کو سردی کی طرف توجہ دلائی تو اس میں بھی غالباً یہ جتانا مقصود تھا کہ آج شاید سردی کی شدت کی وجہ سے تمہاری حس کمزور ہو رہی ہے اور تمہیں پتہ نہیں لگا کہ کس چیز کو دبا رہی ہو مگر اس نے سامنے سے اور ہی لطیفہ کر دیا۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 722)

یہ واقعہ بظاہر ایک لطیفہ بنا کر بیان کیا گیا ہے، مگر درحقیقت یہ جسمانی قربت اور غیر ضروری اختلاط کو ظاہر کرتا ہے، جسے کسی بھی دینی شخصیت کے لیے محلِّ نظر سمجھا جاتا ہے، خصوصاً جب دعویٰ غیر معمولی دینی مقام کا ہو۔

زینب بیگم کی رات بھر خدمت

ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ مجھ سے میری لڑکی زینب بیگم نے بیان کیا کہ میں تین ماہ کے قریب حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کی خدمت میں رہی ہوں، گرمیوں میں پنکھا وغیرہ اور اسی طرح کی خدمت کرتی تھی۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ نصف رات یا اس سے زیادہ مجھ کو پنکھا ہلاتے گزر جاتی تھی۔ مجھ کو اس اثنا میں کسی قسم کی تھکان و تکلیف محسوس نہیں ہوتی تھی بلکہ خوشی سے دل بھر جاتا تھا۔ دو دفعہ ایسا موقع آیا کہ عشا کی نماز سے لے کر صبح کی اذان تک مجھے ساری رات خدمت کرنے کا موقع ملا۔ پھر بھی اس

حالت میں مجھ کو نہ نیند نہ غنودگی اور نہ تھکان معلوم ہوئی بلکہ خوشی اور سرور پیدا ہوتا تھا۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 789)

یہ روایت صراحت کے ساتھ بتاتی ہے کہ ایک نوجوان لڑکی نصف رات یا پوری رات غیر محرم مرد کے پاس خدمت میں موجود رہتی تھی۔ چاہے نیت کچھ بھی بیان کی جائے، شرعی اصول نیت پر نہیں، ظاہری صورتِ حال پر حکم لگاتے ہیں۔

ڈاکٹرنی کا طویل قیام

ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ڈاکٹر نور محمد صاحب لاہوری کی ایک بیوی ڈاکٹرنی کے نام سے مشہور تھی۔ وہ مدتوں قادیان آ کر حضور (مرزا قادیانی) کے مکان میں رہی اور حضور کی خدمت کرتی تھی۔ اس بے چاری کو سل کی بیماری تھی۔ جب وہ فوت ہوگئی تو اس کا ایک دوپٹہ حضرت صاحب نے دعا کے لئے یاد دہانی کے لئے بیت الدعا کی کھڑکی کی ایک آہنی سلاخ سے بندھوا دیا۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 631)

یہاں بھی وہی مسئلہ ہے: ایک غیر محرم عورت کا طویل عرصہ قیام، خدمت، اور پھر اس کی یادگار کو دعا سے جوڑنا۔ یہ طرزِ عمل جذباتی تقدیس (emotional sanctification) کی مثال بن جاتا ہے، جو شریعت میں ثابت نہیں۔

زنا سے متعلق شائع شدہ خط

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) ولی اللہ تھے۔ اور ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کر لیا کرتے ہیں۔ اگر انھوں نے کبھی کبھی زنا کر لیا تو اس میں حرج کیا ہوا۔ پھر لکھا ہے۔ ہمیں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی)

پر اعتراض نہیں۔ کیونکہ وہ کبھی کبھی زنا کیا کرتے تھے۔ ہمیں اعتراض موجودہ خلیفہ پر ہے۔ کیونکہ وہ ہر وقت زنا کرتا رہتا ہے۔

(خطبات محمود جلد 19 صفحہ 534)

(قادیانی اخبار الفضل، 31 اگست 1938ء، صفحہ 6)

یہ سب سے سنگین حوالہ ہے، کیونکہ یہ داخلی قادیانی حلقے سے آیا ہوا الزام ہے، نہ کہ مخالفین کی طرف سے۔ اگر یہ الزام غلط تھا تو اسے شائع کرنا ہی ایک بہت بڑا سوال ہے، اور اگر درست مانا گیا تو پھر ولی، مسیح یا مہدی کے دعوے خود بخود محلِّ نظر ہو جاتے ہیں۔

ان تمام حوالہ جات کو یکجا کر کے دیکھا جائے تو ایک واضح تصویر بنتی ہے:

ایک طرف تحریری طور پر سخت اسلامی اصول، اور دوسری طرف عملی زندگی میں ان اصولوں سے مسلسل انحراف۔ یہی عمل و قول کا تضاد اس رسالے کا مرکزی نکتہ ہے، اور یہی وہ بنیاد ہے جس پر آئندہ ابواب میں مزید تفصیلی گفتگو کی جائے گی۔

مرزا کی بیوی ایک مضبوط آدمی کر لے

ہمارے گجرات (پنجاب) میں سوامی جی تشریف لائے اور آ کر لیکچر دیا۔ ایک شخص نے سوامی جی سے سوال کیا۔ جس عورت کا خاوند کنجری کے پاس جائے اُس کی عورت کیا کرے؟ انہوں نے فرمایا: اس کی عورت بھی ایک مضبوط آدمی رکھ لے۔" (جیون چرتر مصنفہ لیکھر ام و آتمارام صفحہ ۳۵۵)

(مکمل تاریخی پاکٹ بک صفحہ 26)

میں یہاں ایک تحقیقی و تنقیدی انداز اختیار کرتے ہوئے گفتگو کروں گا، کسی الزام کی توثیق یا توہین آمیز زبان اختیار کیے بغیر۔ مقصد یہ ہوگا کہ ہمارے پیش کردہ حوالے کے فکری، اخلاقی اور منہجی مضمرات واضح کیے جائیں اور اسے سابقہ ابواب میں قائم کیے گئے علمی سوالات

سے مربوط کیا جائے، نہ کہ کوئی نیا الزام گھڑا جائے۔

ہیرا منڈی کے پس منظر میں بیانیے کا تضاد

یہ حوالہ دراصل مرزا قادیانی یا ان کے اہلِ خانہ کے بارے میں براہِ راست کوئی واقعہ بیان نہیں کرتا، بلکہ ایک سماجی و اخلاقی سوال کو پیش کرتا ہے جو اس زمانے میں مختلف مذہبی وسماجی مباحث میں گردش کر رہا تھا۔لیکھر ام اور آتمارام کی تصنیف جیون چرتر میں منقول یہ مکالمہ اس ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے جس میں بدکاری کو بدکاری سے بیلنس کرنے کا تصور پیش کیا گیا ہے، یعنی اگر شوہر غلط راستے پر جائے تو بیوی بھی متبادل راستہ اختیار کرے۔ یہ سوچ نہ صرف اسلامی تعلیمات بلکہ عمومی اخلاقی اصولوں کے بھی صریح خلاف ہے۔

اہم نکتہ یہ ہے کہ آپ کی سابقہ گفتگو میں جو تاریخی حوالہ جات پیش کیے گئے، ان میں مرزا قادیانی کے ہیرا منڈی جیسے مشتبہ ماحول میں قیام، طوائفوں کے محل وقوع کے قریب رہائش، اور اخلاقی احتیاط کے تقاضوں سے غفلت پر سوال اٹھایا گیا تھا۔اب یہ حوالہ اسی بحث کو ایک نئے زاویے سے جوڑتا ہے: اگر کسی مذہبی پیشوا یا مدعیِ اصلاح کی زندگی میں ایسے مقامات اور ماحول کا بار بار ذکر آئے جہاں اخلاقی شبہات پیدا ہوں، تو لازماً یہ سوال جنم لیتا ہے کہ گھریلو زندگی، ازدواجی اعتماد اور سماجی تاثر پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اس اقتباس میں بیان کردہ سوچ اسلامی تعلیمات سے متصادم ہے۔قرآن وسنت میں بدکاری کا جواب بدکاری نہیں بلکہ صبر، تقویٰ، اصلاح اور احتساب بتایا گیا ہے۔اگر کسی تحریک یا فرد کے گرد ایسا ماحول یا ایسی باتیں منسوب کی جائیں جن سے یہ تاثر ملے کہ اخلاقی بگاڑ کو جواز دیا جا رہا ہے، تو یہ خود اس تحریک کے دعویٰ اصلاح و روحانیت پر ایک سنجیدہ سوال بن جاتا ہے۔

سابقہ ابواب میں ہم نے یہ نکتہ قائم کیا تھا کہ ایک مدعیِ مہدویت یا مسیحیت سے یہ توقع

کی جاتی ہے کہ وہ شبہات سے بالاتر زندگی گزارے، تاکہ نہ اس کی ذات پر انگلی اٹھے اور نہ اس کے ماننے والوں کے لیے فکری انتشار پیدا ہو۔ موجودہ حوالہ اسی بحث کو تقویت دیتا ہے کہ جب مذہبی شخصیات کے گرد غیر محتاط بیانیے یا اخلاقی ابہام پیدا ہوں تو اس کے اثرات صرف فرد تک محدود نہیں رہتے بلکہ پورے عقیدتی ڈھانچے کو متاثر کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہ حوالہ کسی مخصوص واقعے کا ثبوت فراہم کرنے سے زیادہ ایک اخلاقی سوال کھڑا کرتا ہے، اور وہ سوال یہی ہے کہ: کیا ایسی سوچ، ایسے ماحول اور ایسے بیانیے کسی بھی صورت میں دین کی اصلاح، روحانیت یا نبوی اسوہ کے ساتھ ہم آہنگ ہو سکتے ہیں؟ یہی وہ نکتہ ہے جو ہمارے اس رسالے کو سابقہ مباحث سے جوڑتا ہے اور قاری کو غور و فکر پر مجبور کرتا ہے۔

کنجری کی توبہ، توبہ نہیں ہوتی

طلب علم ہر مرد عورت پر فرض ہے جیسا کہ حدیث طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ سے ظاہر ہے مگر اوّل علوم دینیہ کا حصول فرض ہے۔ جب بچے علوم دینی سے پورے واقف ہو جاویں اور ان کو اسلام کی حقیقت اور نور سے پوری اطلاع ہو جاوے تب ان مروجہ علوم کے پڑھانے کا کوئی حرج نہیں۔ اصل میں ان مسلمانوں کی موجودہ روش بہت ہی خطرناک ہے۔ دیکھو! پہلے ایک عورت کو بازاری کنجری بنا کر پھر توبہ کرائی جائے تو وہ کیسی توبہ کرے گی؟ شراب، بدکاری اور بے قید زندگی اس کی عادت ثانی ہو جاوے گی۔ اوّل تو اسے توبہ کرنا ہی مشکل اور اگر کرے بھی تو وہ کیسی توبہ ہو گی؟

(ملفوظات حضرت مسیح موعود جلد دہم صفحہ 341)

مولوی حکیم نورالدین کنجری سے نکاح کو تیار

ایک دفعہ ایک کنچنی تائبہ ہو کر ہمارے پاس آئی اور کہا کہ میں آپ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ہم نے اس کو اسی آیت شریف کے حکم کے مطابق جواب دیا لیکن وہ اس خیال سے باز نہ آئی۔اور ہمارے پیچھے پڑی رہی تو ہم نے جواب دیا کہ ایک علیحدہ مکان لے لے۔اور گندے کام کو بالکل ترک کر دے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تیرا یہ نام ہٹا دے۔

(حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 201)

ہمارے دیے گئے دونوں حوالہ جات کو سامنے رکھ کر تحقیقی اور تنقیدی انداز میں گفتگو کی جاتی ہے، ذاتی زبان یا اضافی الزام تراشی سے گریز کرتے ہوئے صرف نصوص، تضاد اور فکری نتائج واضح کیے جاتے ہیں۔

قادیان کا راسپورٹین اور قادیانی خلیفہ کا فکری تصادم

یہاں اصل مسئلہ کسی فرد کی ذات نہیں بلکہ قادیانی مذہبی فکر کے اندرونی تضاد کا ہے۔ ایک طرف خود مرزا قادیانی کا قطعی، سخت اور اصولی مؤقف ہے، اور دوسری طرف اس کے سب سے قریبی شاگرد اور پہلے خلیفہ حکیم نورالدین کا بالکل متضاد طرزِ فکر اور عملی رویہ۔

مرزا قادیانی کا مؤقف:

مرزا قادیانی اپنے ملفوظات میں نہایت واضح الفاظ میں یہ اصول قائم کرتا ہے کہ بازاری عورت (کنجری) کی توبہ کرنا انتہائی مشکل ہے۔اگر وہ توبہ کرے بھی تو وہ حقیقی اور معتبر توبہ نہیں ہوتی۔اس کی سابقہ عادات (بدکاری، بے قید زندگی) اس کی فطرتِ ثانیہ بن چکی ہوتی ہیں۔نتیجتاً ایسی عورت کو معاشرے میں دینی اعتبار سے قابل اعتماد بنانا ممکن نہیں۔ یہ

مؤقف نہ صرف سخت ہے بلکہ حتمی (categorical) نوعیت کا ہے، جس میں کوئی استثنا یا گنجائش نہیں چھوڑی گئی۔

حکیم نورالدین کا مؤقف:

اس کے برعکس، حکیم نورالدین کے بیان میں درج ذیل باتیں سامنے آتی ہیں کہ ایک کنچنی یعنی کنجری تائب ہو کر ان کے پاس آئی۔ مولوی نے نکاح کی خواہش ظاہر کی۔ مولوی حکیم نورالدین نے نہ توبہ کو رد کیا، نہ اسے ناقابل اعتبار کہا۔ بلکہ شرائط کے ساتھ اسے قابل قبول سمجھا اور عملی راستہ بتایا۔ یعنی ان کے نزدیک کنجری کی توبہ ممکن ہے، قابل قبول ہے اور معاشرتی بحالی (نکاح) تک جا سکتی ہے۔ یہ موقف مرزا قادیانی کے بیان کردہ اصول کی صریح نفی ہے۔

اصل سوال: قادیانی معیارِ صداقت کیا ہے؟

اب یہاں ایک ناگزیر فکری سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر مرزا قادیانی الہام یافتہ، مسیح موعود اور مہدی ہے تو اس کا یہ قطعی اصول کیوں اس کے اپنے پہلے خلیفہ کے عمل سے ٹوٹ رہا ہے؟ اگر حکیم نورالدین کا عمل درست ہے، تو مرزا قادیانی کا بیان کردہ اصول غلط، سخت یا غیر عملی ثابت ہوتا ہے اور اگر مرزا قادیانی کا اصول درست ہے تو پھر حکیم نورالدین نے خود اسی اصول کی خلاف ورزی کیوں کی؟ یہ تضاد معمولی فقہی اختلاف نہیں بلکہ عقیدے کی بنیاد کو متاثر کرتا ہے۔

تضاد فرد میں نہیں، نظام میں ہے

یہ دونوں حوالہ جات یہ ثابت کرتے ہیں کہ قادیانیت میں کوئی واحد، مستحکم اور الہامی اخلاقی معیار موجود نہیں۔ مرشد اور خلیفہ کے بیانات میں ایسا تضاد ہے جو نہ تاویل سے حل ہوتا ہے نہ وقتی اجتہاد کہہ کر ٹالا جا سکتا ہے۔ جس نظام میں گرو اور چیلا ایک بنیادی اخلاقی مسئلے پر

متصادم ہوں، وہاں صداقت کا فیصلہ عقیدت سے نہیں بلکہ تحقیق سے ہوتا ہے۔

یہی نکتہ اس پورے رسالے اور سابقہ مباحث سے منطقی ربط بھی رکھتا ہے کہ مسئلہ کسی ایک واقعے کا نہیں بلکہ ایک مسلسل فکری و عملی تضاد کا ہے، جو قادیانی لٹریچر کے اپنے حوالہ جات سے نمایاں ہو رہا ہے۔

کنجری نیچ ذات

> حسب آیت کریمہ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللهِ أَتْقَاكُمْ صرف ان کی تقویٰ دیکھی جاتی ہے گو وہ دراصل چوہڑوں میں سے ہوں یا چماروں میں سے یا مثلاً کوئی اُن میں سے ذات کا کنجر ہو جس نے اپنے پیشہ سے توبہ کر لی ہو یا اُن قوموں میں سے ہو جو اسلام میں دوسری قوموں کے خادم اور نیچی قومیں سمجھی جاتی ہیں۔ جیسے حجام۔ موچی۔ تیلی۔ ڈوم۔ میراسی۔ تھے۔ قصائی۔ جولاہے کنجری۔ تنبولی۔ دھوبی۔ مچھوے۔ بھڑبھونجے۔ نانبائی وغیرہ یا مثلاً ایسا شخص ہو کہ اس کی ولادت میں ہی شک ہو کہ آیا حلال کا ہے یا حرام کا۔
>
> (روحانی خزائن جلد 15، صفحہ 277)

مرکزی نکتے کا تجزیہ اور منطقی تضاد

ہمارے پیش کردہ حوالہ میں مرزا قادیانی نے واضح طور پر بعض طبقات کو سماجی طور پر نیچ قرار دیتے ہوئے یہ اصول بیان کیا ہے کہ اگرچہ اصل معیار تقویٰ ہے، لیکن پیشہ، نسب اور ولادت کے حوالے سے "کنجری" کو باقاعدہ ایک ذلیل اور مشکوک طبقہ شمار کیا گیا ہے۔ یہاں یہ بات اہم ہے کہ مرزا قادیانی نے محض کسی ایک فرد کے گناہ یا کردار کی بات نہیں کی بلکہ کنجری کو بطور ایک طبقہ ذکر کیا ہے، اور اس کے ساتھ ولادت میں شک جیسے الفاظ استعمال

کر کے اس طبقے کی اخلاقی حیثیت کو انتہائی پست سطح پر رکھا ہے۔

اب یہی وہ مقام ہے جہاں بنیادی سوال پیدا ہوتا ہے۔ اگر مرزا قادیانی کے نزدیک کنجری ایک نیچ، مشکوک اور اخلاقی طور پر ساقط الاعتبار طبقہ ہے، تو پھر تاریخی حوالہ جات کے مطابق اس کا ہیرا منڈی جانا اور لکھی طوائف کے کوٹھے پر آنا جانا کس اصول کے تحت تھا؟ اگر وہ واقعی اصلاح، تبلیغ یا توبہ کروانے کے لیے جاتا تھا تو پھر اس کے اپنے ملفوظات میں کنجری کی توبہ، توبہ نہیں ہوتی جیسا سخت اور مایوس کن نظریہ کیوں موجود ہے؟ اصلاح کا دعویٰ اور توبہ کے امکان کا انکار ایک ساتھ کیسے درست ہو سکتے ہیں؟

دعویٰ اور عمل کا تصادم

یہاں ایک واضح تضاد سامنے آتا ہے:

ایک طرف مرزا قادیانی کنجری کو نیچ ذات، مشکوک النسب اور ناقابل اعتماد قرار دیتا ہے، اور دوسری طرف انہی کے مراکز (ہیرا منڈی، طوائفوں کے کوٹھے) سے اس کی نسبت کے متعدد حوالہ جات ملتے ہیں۔ اگر وہ طبقہ اس قدر قابل نفرت اور اخلاقی طور پر ناقابل اصلاح تھا تو پھر وہاں بار بار جانے کی کیا دینی، اخلاقی یا اصلاحی توجیہ پیش کی جا سکتی ہے؟ اور اگر وہاں جانا درست تھا تو پھر کنجری کی تحقیر پر مبنی نظریہ خود باطل ٹھہرتا ہے۔

یہ حوالہ دراصل مرزا قادیانی کے اپنے بیان کردہ سماجی و اخلاقی اصولوں کو اسی کے عمل کے مقابل لا کر رکھ دیتا ہے، جہاں نظریہ اور کردار میں ہم آہنگی نظر نہیں آتی۔ یہی وہ بنیادی نکتہ ہے جو اس رسالے کے تسلسل میں ہیرا منڈی سے تعلق اور کنجری کو نیچ ذات کہنے کے دعووں کو ایک دوسرے کے خلاف بطور دلیل استعمال کرنے کی مکمل بنیاد فراہم کرتا ہے۔

کنچنی کی بنوائی مسجد میں نماز ناجائز ہے

کنچنی کی بنوائی ہوئی مسجد میں نماز ایک شخص کے سوال پر فرمایا کہ:۔

فتاویٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام" 93 کنچنی کی بنوائی ہوئی مسجد میں نماز درست نہیں ہے۔" فرمایا:۔الحکم نمبر 19 جلد 7 مؤرخہ 24 راپریل 1903ء صفحہ 11)

(فتاویٰ حضرت مسیح موعود صفحہ 93،92)

کنچنی کی بنوائی مسجد میں نماز جائز ہے

کنچنی کی بنوائی ہوئی مسجد ایک شخص نے دریافت کیا کہ کنچنی کی بنوائی ہوئی مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا کہ جو جگہ نماز پڑھنے کے واسطے الگ کی گئی ہے یا بنائی گئی ہے اس میں نماز پڑھنا جائز ہے کوئی ممانعت نہیں۔

(ارشاد نور جلد دوم صفحہ 132)

متضاد اقوال کا اصولی و علمی تجزیہ

ہمارے پیش کردہ دونوں حوالہ جات میں اصل مسئلہ کنجری/کنچنی کے حکم کا نہیں بلکہ مرزا قادیانی کی فکر اور اس کے قادیانی خلفاء کے عملی و فکری تضاد کا ہے۔ یہ تضاد محض جزوی نہیں بلکہ اصولی (Doctrinal) ہے، اور اسی بنیاد پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وحی و الہام کا دعوے دار سچا ہے یا اس کا خلیفہ؟

مرزا قادیانی کا مؤقف

ملفوظات میں مرزا قادیانی واضح طور پر کہتا ہے کہ بازاری عورت کی توبہ حقیقی نہیں ہو سکتی، کیونکہ بدکاری اس کی عادتِ ثانیہ بن چکی ہوتی ہے۔ یہاں تین باتیں واضح ہوتی ہیں۔

اوّل: مرزا قادیانی کے نزدیک کنجری کی توبہ شرعاً مشکوک بلکہ ناقابل اعتماد ہے۔

دوم: وہ اس طبقے کو اخلاقی طور پر نا قابل اصلاح تصور کرتا ہے۔

سوم: وہ توبہ کے عمومی اسلامی تصور (جس میں ہر گناہ گار کے لیے دروازہ کھلا ہے) سے انحراف کرتا ہے۔

یہ بات متفقہ اصول کے صریح خلاف ہے کہ سچی توبہ ہر گناہ کو مٹا دیتی ہے، چاہے گناہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔

حکیم نورالدین کا مؤقف:

اس کے برعکس حقائق الفرقان میں حکیم نورالدین کا بیان موجود ہے کہ ایک کنچنی تائبہ ہو کر ان کے پاس آئی، نکاح کی خواہش کی، اور وہ اصولی طور پر نکاح پر آمادہ ہو گئے، محض وقتی شرائط کے ساتھ۔

یہاں تین امور سامنے آتے ہیں۔

اوّل: حکیم نورالدین کنجری کی توبہ کو قابل قبول مانتا ہے۔

دوم: وہ اس توبہ کو نکاح کے لیے بھی کافی سمجھتا ہے۔

سوم: اس کا یہ عمل مرزا قادیانی کے بیان کردہ اصول کی صریح نفی ہے۔

گرو سچا یا چیلا؟

یہاں منطقی طور پر تین ہی امکانات بنتے ہیں۔

1. اگر مرزا قادیانی سچا ہے تو حکیم نورالدین نے باطل کام کیا اور ایک ایسی عورت سے نکاح کے لیے رضامندی ظاہر کی جس کی توبہ مرزا کے نزدیک توبہ ہی نہیں۔

2. اگر حکیم نورالدین سچا ہے تو مرزا قادیانی کا بیان غلط، طبقاتی اور غیر اسلامی ثابت ہوتا ہے۔

3. اگر دونوں درست ہیں تو پھر قادیانیت میں وحی، اخلاق اور شریعت کا کوئی مستقل

معیار موجود نہیں، جو جس وقت چاہے الٹ بات کہہ دے۔

یہ تیسرا نتیجہ دراصل قادیانیت کے پورے فکری ڈھانچے کو منہدم کر دیتا ہے۔

ہیرا منڈی سے تعلق کا منطقی نتیجہ

جب مرزا قادیانی ایک طرف کنجری کو نیچ ذات، ناقابل توبہ اور اخلاقی طور پر مردود قرار دیتا ہے، اور دوسری طرف تاریخی حوالہ جات کے مطابق ہیرا منڈی اور طوائفوں کے کوٹھوں سے اس کا عملی تعلق دکھایا جاتا ہے، تو سوال محض اخلاقی نہیں رہتا بلکہ کردار اور دعویٰ نبوت کے باہمی تصادم کا بن جاتا ہے۔ اسی تضاد کا فطری اثر یہ ہوا کہ قادیانی جماعت میں کنجری کی کمائی کو کہیں ناجائز کہا گیا کہیں جائز، کہیں مسجد بنانے پر ناجائز کا فتویٰ دیا گیا اور کہیں اسی مسجد میں نماز کو جائز قرار دے دیا گیا۔ یہ سب کچھ اس لیے کہ مرکزِ فکر خود متضاد تھا۔

یہی تضاد ہمارے سابقہ رسائل (1) مرزا قادیانی ہیرا منڈی میں (2) مرزا قادیانی لکھی طوائف کے کوٹھے پر (3) مرزا قادیانی کی رنڈی استانی، میں مسلسل سامنے آتا رہا ہے کہ مرزا قادیانی نظری طور پر کچھ کہتا ہے اور عملی دنیا میں اس کے اثرات کچھ اور نکلتے ہیں، جنہیں بعد کے خلفاء اپنے اپنے انداز سے جواز فراہم کرتے ہیں۔

یہ حوالہ جات یہ ثابت نہیں کرتے کہ "کنجری سچی ہے یا جھوٹی" بلکہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی اور اس کے خلفاء سچ پر متفق نہیں تھے اور جو جماعت اپنے بنیادی اخلاقی اصول میں ہی متضاد ہو، وہ ہدایت کا منبع نہیں ہو سکتی۔

کنچنی کا ناچ دیکھنے کی تلقین

> ایک چھوٹا سا نکتہ تھا جس نے مجھے اس کا شوق دلایا۔ میں ایک دفعہ دہلی جا رہا تھا۔ کہ سفر پر جانے سے پہلے حضرت خلیفہ اول نے مجھے کہا میاں تم نے کبھی کنچنی کا ناچ بھی دیکھا ہے مجھے بہت شرم آئی کہ آپ

نے یہ کیا سوال کیا ہے اور میں کوئی جواب نہ دے سکا۔ آپ نے فرمایا میاں تم دین سیکھ رہے ہو اگر تمہیں کنچنی کے ناچ کا ہی علم نہیں تو تم اس کے متعلق کیا رائے قائم کر سکتے ہو تم اسے فن کے طور پر دیکھو اس چیز نے مجھے احساس دلایا کہ علم کے طور پر کوئی چیز بھی بُری نہیں۔

(انوار العلوم جلد 24 صفحہ 478)

کنچنی کے ناچ کی تلقین، فکری انحراف کی آخری حد

اس اقتباس میں جو نکتہ سامنے آتا ہے وہ محض ایک ذاتی واقعہ نہیں بلکہ قادیانی فکر کے اخلاقی و دینی زوال کی واضح تصویر ہے۔ یہاں قادیانی جماعت کے دو نمبر خلیفہ اور مرزا قادیانی کا بیٹا جو بظاہر قادیانیت کے سب سے بڑے نگہبان سمجھے جاتے ہیں، اپنے نوجوان جانشین کو نہ صرف کنچنی کے ناچ کا مشاہدہ کرنے کی ترغیب دیتے ہیں بلکہ اسے علم، فن اور دینی بصیرت کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔

اسلامی نقطۂ نظر سے یہ بات نہایت سنگین ہے۔ شریعتِ محمدی ﷺ میں رقصِ نسواں، فحاشی، عریانی اور فتنہ انگیز مناظر سے نگاہ بچانا ایمان کا تقاضا ہے، نہ کہ ان کو فن کے نام پر دیکھنا۔ قرآن کریم نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیتا ہے اور احادیث میں فتنۂ نسواں کو ایمان کے لیے سب سے بڑا امتحان قرار دیا گیا ہے۔ ایسے میں کسی دینی پیشوا کا یہ کہنا کہ ”اگر تم نے کنچنی کا ناچ نہیں دیکھا تو تم رائے کیسے قائم کرو گے“ دراصل اسلامی اخلاقیات کی جڑ کاٹنے کے مترادف ہے۔

یہاں ایک اہم فکری ربط بھی واضح ہو جاتا ہے۔ جب باپ یعنی مرزا قادیانی کی زندگی ہی ہیرا منڈی، طوائفوں کے کوٹھوں، کنجریوں اور مشتبہ ماحول سے وابستہ رہی، اور اس سب کو مختلف تاویلات کے ذریعے جائز یا کم از کم قابلِ نظر انداز ٹھہرایا گیا، تو اس کا اثر لازماً اولاد اور

جماعت کی قیادت میں منتقل ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ بیٹا اور خلیفۂ زانی کنجنی کے ناچ کو علم اور فن کہہ کر قبول کرنے لگتا ہے۔

یہ اقتباس قادیانی دعویٰ اصلاحِ امت کے لیے ایک خود ساختہ فردِ جرم ہے۔ جو جماعت فحاشی کے مراکز کو تعلیمی تجربہ اور کنجنی کے ناچ کو فکری بالیدگی کا ذریعہ قرار دے، وہ امتِ مسلمہ کی اخلاقی رہنمائی کا دعویٰ کیسے کر سکتی ہے؟ اور جو شخص ایسے نظریات کی بنیاد رکھے، وہ امام مہدی یا مسیح موعود تو در کنار، ایک عام دینی رہنما کے معیار پر بھی پورا نہیں اترتا۔

مختصراً، یہ واقعہ ثابت کرتا ہے کہ قادیانیت میں حرام و حلال، حیا و بے حیائی، علم و فتنہ کی سرحدیں مٹ چکی تھیں، اور یہی فکری انتشار اس جماعت احمدیہ کے باطن کو بے نقاب کرنے کے لیے کافی ہے۔

کنچنی کے ناچ سے شرم آگئی

> حضرت میر صاحب کے والد صاحب بھی ساتھ تھے۔ رات کو لوہارو والوں کی طرف سے (کیونکہ وہ نواب لوگ تھے) کنجنی کے ناچ کا انتظام تھا۔ سب لوگ اس ناچ کو دیکھنے میں مشغول تھے۔ مگر حضرت میر صاحب نے بیان فرمایا کہ مجھے اس قدر شرم آئی کہ میں نے ایک دفعہ بھی نظر اُٹھا کر نہ دیکھا۔ میرا سر جھکا رہا۔
>
> (سیرت حضرت نصرت جہاں بیگم صفحہ 174)

حوالہ جاتی تضاد اور تربیتی پس منظر کا تقابلی تجزیہ

اس واقعہ اور اس سے پہلے پیش کیے گئے حوالہ جات کو سامنے رکھا جائے تو ایک نمایاں فکری و عملی تضاد ابھر کر سامنے آتا ہے جو قادیانی قیادت کے اندر موجود مختلف رجحانات اور بیانیوں کو واضح کرتا ہے۔ ایک طرف قادیانی خلافت کے ایک نمایاں فرد کی طرف سے یہ

تلقین سامنے آتی ہے کہ "کنجنی کے ناچ" کو بطورفن اور بطورعلم دیکھا جائے، اوراس سے متعلق واقفیت کو دینی فہم کے لیے ضروری قرار دیا جاتا ہے، جبکہ دوسری طرف اسی جماعت کے ایک معزز فرد کا بیان ملتا ہے کہ ایسے ہی ایک موقع پر اسے شدید شرم محسوس ہوئی اوراس نے نگاہ تک اٹھانا گوارا نہ کیا۔

یہ تضاد محض ذاتی مزاج کا فرق نہیں بلکہ اس کے پیچھے ایک گہرا فکری پس منظر کارفرما نظر آتا ہے۔ پہلے حوالہ میں یہ تصور پیش کیا گیا ہے کہ اخلاقی اور سماجی طور پر متنازع امور کو بھی علم اورفن کے نام پر قابل قبول بنایا جاسکتا ہے، اوران سے واقفیت کو دینی بصیرت کا حصہ سمجھا گیا ہے۔اس طرزِ فکر کا منطقی نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ ایسی سرگرمیوں سے متعلق شرم اور حیا کا تصور ثانوی حیثیت اختیار کرجاتا ہے۔

اس کے برعکس دوسرے حوالہ میں میر صاحب کا رویہ ایک بالکل مختلف اخلاقی معیار کی عکاسی کرتا ہے۔ان کا شدید شرم محسوس کرنا اورنظریں جھکائے رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک ایسے مناظر فطری حیا اور دینی وقار کے منافی تھے۔یہی وجہ ہے کہ یہاں یہ تاثر ابھرتا ہے کہ یا توان تک وہ فکری "فتویٰ" اور تلقین نہیں پہنچی تھی جس میں ایسے ناچ کو بطور فن جائز اورمفید قرار دیا گیا، یاپھر انھوں نے اس بیانیے کو دل سے قبول نہیں کیا۔

سابقہ گفتگو سے ربط جوڑا جائے تو یہ بات مزید واضح ہو جاتی ہے کہ قادیانی لٹریچر میں کنجریوں اورطوائفوں سے متعلق بیانات کبھی شدید نفرت اور اخلاقی تنقیص پر مبنی ہیں اور کبھی انہی طبقات سے وابستہ امور کو علمی، فنی یا حتیٰ کہ دینی جواز فراہم کیا جاتا ہے۔یہی دوغلا پن بعد کے واقعات میں بھی جھلکتا ہے، جہاں ایک ہی جماعت کے اندر کسی عمل پر شرم کو ایمان کی علامت سمجھا جاتا ہے اور کسی دوسرے بیان میں اسی عمل سے واقفیت کو دینی شعور کا حصہ بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔

نتیجتاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ واقعات اور حوالہ جات قادیانی قیادت کے اندر موجود اخلاقی اور فکری انتشار کو نمایاں کرتے ہیں۔ ایک طرف حیا، شرم اور دینی وقار کا بیانیہ ہے، اور دوسری طرف انہی اقدار کو "علم" اور "فن" کے نام پر نرم یا غیر مؤثر بنانے کی کوشش۔ یہی تضاد اس پوری بحث کا مرکزی نکتہ بن کر سامنے آتا ہے، اور یہی وہ پس منظر ہے جس میں بعد کے افراد کے رویے اور احساسات کو سمجھا جا سکتا ہے۔

کنچنی کے پاس جانے کی وجہ

حضرت خلیفۃ المسیح فرمایا کرتے تھے کہ ایک شخص اپنی عورت کو چھوڑ کر کنچنی کے پاس جایا کرتا تھا۔ اس عورت نے ایک دن ایک کنچنی کو بلا کر پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ لوگ اپنے گھر کی عورتوں کو چھوڑ کر تمہارے پاس آتے ہیں۔ اس نے کہا ہم ناز و نخرے کرتی ہیں۔ پاس بیٹھتا ہے تو لاتیں مارتی ہیں اور طرح طرح کے مخول اور مذاق ہوتے ہیں اس طرح خبیث مردوں کو مزہ آتا ہے اور وہ اور زیادہ ہماری طرف میلان ظاہر کرتے ہیں۔

(انوار العلوم جلد 2 صفحہ 215)

بنیادی ربط اور تسلسل

اب تک کی تمام گفتگو میں ایک مرکزی نکتہ بار بار سامنے آیا ہے کہ مرزا قادیانی اور اس کے قریبی حلقے کا طوائفوں اور کنچنیوں سے تعلق محض الزام نہیں بلکہ خود قادیانی لٹریچر کے اندر موجود بیانات سے ثابت کیا جا رہا ہے۔ کبھی اسے علم، کبھی فن، کبھی تجربہ، اور کبھی مزاجِ مرد کے عنوان سے جواز دیا جاتا ہے۔ یہی وہ فضا ہے جس میں باپ کے افعال، خلیفہ کے فتاویٰ اور بیٹوں کے بیانات ایک دوسرے سے جڑتے چلے جاتے ہیں۔

کنچنی کے پاس جانے کی نفسیاتی توجیہ

آخری حوالہ دراصل اس پورے بیانیے کی نفسیاتی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ یہاں یہ تسلیم کیا جا رہا ہے کہ مرد کنچنی کے پاس کسی مجبوری، مظلومیت یا اصلاح کی نیت سے نہیں جاتا بلکہ ناز، نخروں، جسمانی حرکات اور شہوانی لطف کے لیے جاتا ہے۔ یہ بیان خود قادیانی خلیفہ کی زبان سے ہے، جو اس عمل کی حقیقت کو پوری عریانی کے ساتھ واضح کر دیتا ہے۔

یہاں یہ بات نہایت اہم ہے کہ یہ توجیہ مرزا قادیانی کے اپنے طرزِ عمل پر بھی لاگو ہوتی ہے، کیونکہ جب باپ کے بارے میں یہ سوال اٹھایا گیا کہ وہ بار بار طوائفوں کے کوٹھوں پر کیوں جاتا تھا، تو جواب میں کوئی روحانی، تبلیغی یا اصلاحی دلیل نہیں دی گئی بلکہ وہی نفسیاتی جواز سامنے آیا جو عام خبیث مردوں کے بارے میں بیان کیا گیا۔

باپ کے عمل اور بیٹے کے اعتراف کا تصادم

یہاں ایک اور گہرا تضاد سامنے آتا ہے۔ ایک طرف مرزا قادیانی کنجری کو نیچ ذات، ناپاک کمائی اور ناقابل توبہ قرار دیتا ہے، دوسری طرف اس کا اپنا بیٹا اسی طبقے کے بارے میں یہ وضاحت دے رہا ہے کہ مرد ان کے پاس کیوں جاتے ہیں، گویا یہ ایک فطری اور قابل فہم میلان ہے۔ اس سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ عملی زندگی میں وہی کام کیے گئے جنہیں زبانی طور پر برا کہا جاتا رہا۔

جماعتی اثرات

اسی تسلسل میں یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جب پیشوا خود طوائفوں کے کوٹھوں پر آنا جانا رکھتا ہو، خلیفہ کنچنی کے ناچ کو علم اور فن کہہ کر دیکھنے کی تلقین کرے، اور بیٹا اس میلان کی نفسیاتی توجیہ پیش کرے، تو پھر جماعت کے اندر کنچنی کی کمائی، اس کے ناچ گانے اور اس کے بنوائے ہوئے مقامات کو قابل قبول سمجھا جانا کوئی حادثہ نہیں بلکہ قدرتی نتیجہ ہے۔

یہ حوالہ دراصل تمام سابقہ حوالہ جات پر مہرِ تصدیق ثبت کر دیتا ہے کہ مرزا قادیانی کا طوائفوں سے تعلق کسی وقتی الزام یا مخالفین کی گھڑی ہوئی بات نہیں تھا بلکہ ایک ایسا مسلسل رویہ تھا جسے بعد میں اس کے قریبی حلقے نے کبھی علم، کبھی فن، کبھی نفسیات اور کبھی مردانہ مزاج کے نام پر جواز فراہم کرنے کی کوشش کی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ رسالہ محض واقعات کی فہرست نہیں بلکہ ایک مکمل کرداری اور فکری زوال کی تصویر بن کر سامنے آتا ہے۔

مجھے ایک کنچنی ملی

ریل میں مجھے ایک کنچنی ملی۔ میں نے اس سے کہا کہ تو کہاں گئی تھی؟ کہا کہ سبحان اللہ! فلاں حضرت کے یہاں گئی تھی۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہی کہا کہ ہماری فقیرنی آ گئی ہے اور اپنے خادم سے کہا اس کو تین سو روپیہ دے دو۔ میں تو ایک دم مالا مال ہو گئی۔

(خطبات نور صفحہ 543)

اس حوالہ سے واضح ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کی ذاتی زندگی اور رویہ نہ صرف اس کے اپنے اعمال پر محدود تھے بلکہ اس کے اثرات اس کے مریدین، خاص طور پر پہلے خلیفہ حکیم نورالدین پر بھی مرتب ہوئے۔

حوالہ کے مطابق، حکیم نورالدین خود بھی کنجریوں کے پاس جاتا تھا اور وہاں کسی قسم کا پردہ یا حدود کی پابندی نہیں کرتا تھا۔ "مجھے ایک کنچنی ملی" کے واقعے میں واضح ہے کہ خلیفہ کے پاس کنچنی آئی اور فوری طور پر اسے مال فراہم کیا گیا۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ نہ صرف کنچنی کے ساتھ مالی تعلق قائم کیا گیا بلکہ اس کی آمد و رفت اور ملاقاتیں بھی بلا کسی مذہبی یا اخلاقی رکاوٹ کے عمل میں آئیں۔

یہ واقعہ دو نکات کو اجاگر کرتا ہے:

1. مرزا قادیانی کا اثر: مرزا قادیانی کی تعلیمات اور رویہ نے خلیفہ پر اثر ڈالا، جس نے اسی طرز عمل کو اپنایا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جماعت میں اخلاقی حدود کی پابندی کمزور تھی اور قیادت کی تقلید کی جاتی رہی۔

2. کنجریوں کے ساتھ میلانات کی عادی صورتحال: واقعہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ جماعت کے اعلیٰ افراد کے نزدیک کنجریوں کے پاس جانا، ان سے ملاقات کرنا اور مالی امداد دینا معمول کی بات بن چکی تھی۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مرزا قادیانی کی ذاتی پسند اور میلانات اس کے شاگردوں میں بطور روایت منتقل ہوگئی۔

یہ حوالہ سابقہ رسائل، جیسے "مرزا قادیانی ہیرا منڈی میں" اور "مرزا قادیانی لکھی طوائف کے کوٹھے پر"، کے ساتھ براہِ راست ربط رکھتا ہے کیونکہ وہ سب اس نقطے کی تصدیق کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی اور اس کے قادیانی خلیفہ کنجریوں اور طوائفوں کے جھرمٹ میں جا کر موجود رہتے تھے اور یہ عمل جماعت میں معمول بن گیا تھا۔

مرزا امام الدین کی کنچنی بیوی

میں نے خواب میں دیکھا کہ امام الدین کی کنچنی بیوی گر پڑی ہوئی ہے۔" (کاپی الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۶۲)

(تذکرہ صفحہ 556)

اس حوالہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے خیالات اور توجہ صرف اپنے گھر یا قریبی رشتہ داروں تک محدود نہیں تھی بلکہ وہ اپنے چچا زاد بھائی مرزا امام الدین کی بیوی پر بھی غور و فکر کر رہا تھا، اور اسے اپنے الہام میں شامل کر رہا تھا۔

یہ واقعہ چند اہم نکات اجاگر کرتا ہے:

1. خاندان میں میلانات کی عام صورتحال: مرزا قادیانی کے گھرانے کے اندر بھی عورتوں کے بارے میں اس کے غیر معمولی خیالات موجود تھے۔ اس کا یہ الہام ظاہر کرتا ہے کہ نہ صرف اس کے ذاتی رویے، بلکہ گھر کے دیگر افراد کی زندگیوں اور تعلقات پر بھی اس کی نظر اثر انداز تھی۔

2. کنجریوں اور غیر محرم عورتوں پر توجہ: اس واقعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مرزا قادیانی کی دلچسپی محض مذہبی یا تعلیمی معاملات تک محدود نہیں تھی، بلکہ وہ اپنے خاندان کی عورتوں پر بھی گہری توجہ رکھتا تھا، اور اسے الہام میں پیش کرتا تھا۔

3. مرزا قادیانی کے رویے کا اثر: اس طرح کے خیالات اور رویے اس کے مریدین اور خاندان پر اثر انداز ہوئے، جیسا کہ سابقہ حوالوں میں دیکھنے کو ملا کہ خلیفہ اور دیگر افراد کنجریوں اور طوائفوں کے ساتھ آزادانہ تعلقات رکھتے تھے۔

یہ حوالہ پچھلے تمام رسائل کے سلسلے میں اس بات کو مضبوط کرتا ہے کہ مرزا قادیانی اور اس کا گھرانہ کنجریوں اور غیر محرم عورتوں کے میلانات میں ملوث تھا، اور اس کا اثر جماعت میں بھی نظر آتا تھا۔

کنچنی کے ناچ کی دریاں

حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ ابتداء میں جب میں قادیان مستقل طور پر رہنے لگا تو مرزا نظام الدین صاحب کے ہاں باہر سے برات آئی تھی۔ اس کے ساتھ کنچنی بھی تھی اور ناچ وغیرہ ہوتا تھا۔ میں ایسی شادی کی رسوم میں نہ خود شریک ہوتا ہوں اور نہ اپنی کوئی چیز دیتا ہوں۔ مرزا نظام الدین نے مجھ سے غالباً کچھ دریاں اور چکیں مانگی تھیں۔ میں نے حضرت مسیح

موعود علیہ السلام سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا۔ دے دو

(سیرت المہدی حصہ چہارم صفحہ 52)

اس حوالہ سے واضح طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ مرزا قادیانی کے زیر اثر جماعت میں کنجریوں کے ناچ کے انتظام اور سہولت فراہم کرنے کے معاملات بھی شامل تھے۔

1. ناچ کے لیے وسائل کی فراہمی: مرزا قادیانی نے نہ صرف خود کنچنیوں کے ناچ میں شرکت کی بلکہ ان کے لیے دریاں اور چکیں بھی مہیا کرنے کی اجازت دی، جیسا کہ مرزا نظام الدین نے نواب محمد علی خان سے کہا۔ یہ عمل اسلام کے بنیادی اصولوں اور پاکیزگی کے معیار کے بالکل منافی ہے۔

2. مرزا قادیانی کی تقلید کے اثرات: حضرت مسیح موعود کی اجازت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جماعت کے اندرونی افراد بھی ان کے رویے کی تقلید کرتے تھے، اور کنجریوں کے ناچ کے لیے سہولت فراہم کرنا جائز سمجھا جاتا تھا۔

3. شریعت و اخلاقیات کے تضاد: اس واقعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نے اسلامی اصولوں، پردے اور غیر محرم عورتوں سے اختلاط کے بارے میں جو تعلیم دی تھی، اس کے برعکس خود اور جماعت کے افراد کنجریوں اور طوائفوں کے میلانات میں ملوث رہے۔

4. پچھلے حوالوں کے ساتھ ربط: یہ واقعہ پچھلے تمام حوالوں سے مربوط ہے جہاں مرزا قادیانی اور اس کے خلیفہ، اولاد اور جماعت کے افراد کنجریوں اور طوائفوں کے ساتھ میل جول رکھتے تھے، ان کے ناچ و رسومات کو جائز سمجھتے تھے، اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتے تھے۔

یہ حوالہ مزید اس بات کو مضبوط کرتا ہے کہ مرزا قادیانی کا پورا گھرانہ اور اس کی جماعت ہیرا منڈی کی طوائفوں اور کنجریوں کے میلانات میں ملوث تھا اور اسے مذہبی یا اخلاقی برائی کا

سبب نہیں سمجھا جاتا تھا۔

میں نے کنچنی سے پوچھا

میں نے ایک پرانی مشہور کنچنی سے پوچھا تھا کہ تمہارا پیشہ جو قطعاً قویٰ فطریہ انسانیہ کے خلاف ہے اور ان کا دشمن ہے۔ مجھے معلوم نہیں ہوسکتا کہ کس طرح پیدا ہوگیا؟ تو اس تجربہ کار نے مجھے جواب دیا۔قربان جاؤں! خوش خوراک خوش پوشاک مرد اور با این ہمہ خواہشات پھر کاہل وسست یہ پیشہ اختیار نہ کرے تو کیا کرے؟

(نورالدین صفحہ 4)

اس حوالہ سے واضح طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ قادیانی جماعت کے پہلے خلیفہ، حکیم نورالدین، کا کنجریوں سے میل جول نہ صرف معمولی تھا بلکہ اسے معاشرتی اور مذہبی رنگ میں جائز تصور کیا جاتا تھا۔

1. کنجریوں سے میل جول کا تسلسل: حکیم نورالدین نے خود اعتراف کیا کہ کنچنیوں کا پیشہ مردوں کے لیے کشش رکھتا ہے، اور وہ اپنی خواہشات کی بنا پر اس پیشے سے متاثر ہوتے ہیں۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ جماعت کے اندر غیر اخلاقی میلانات کو جائز سمجھنے کی روایت موجود تھی۔

2. دینی اور مذہبی رنگ دینا: حوالہ میں یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ جماعت نے کنجریوں کے ساتھ تعلقات اور میل جول کو مذہبی یا دینی رنگ دینے کی کوشش کی، تاکہ اس عمل کو جائز اور قابل قبول ظاہر کیا جاسکے۔

3. پچھلے واقعات سے ربط: یہ واقعہ پچھلے تمام حوالوں سے مربوط ہے جہاں مرزا قادیانی اور اس کے گھرانے نے کنجریوں اور طوائفوں کے ساتھ میل جول برقرار رکھا، ان کے ناچ دیکھے، اور اپنی جماعت کے افراد کو بھی اس کی اجازت دی۔ حکیم نورالدین کی یہ گفتگو اس

روایت کو جاری رکھنے اور اس کی توثیق کرنے کے مترادف ہے۔

4. اخلاقی اور دینی تضاد: اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ قادیانی جماعت کے رہنما اپنی خواہشات اور میلانات کو مذہبی رنگ دے کر اخلاقی حدود کو پامال کرتے رہے، جبکہ اسلام میں غیر محرم عورت سے اختلاط اور غیر اخلاقی تعلقات سختی سے منع ہیں۔

یہ حوالہ قادیانی جماعت کے اندر کنجریوں اور طوائفوں کے ساتھ میل جول کو معمول بنائے جانے کی حقیقت کو مزید مضبوط کرتا ہے۔

کنچیوں کے ناچ گانے اور ہلاکو خان

مگر بعد میں جب مسلمان ناچ گانوں میں مشغول ہو گئے، جب انہوں نے رنگ رلیاں منانی شروع کر دیں، جب وہ شرابیں پینے لگ گئے، جب وہ عیاشی میں مبتلا ہو گئے اور انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ اسحاق موسوی بڑا اچھا گانے والا ہے، فلاں کنچنی خوب ناچتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی کی تباہی کے لیے ہلاکو خان کو بغداد پر مسلط کر دیا اور اُس نے ایک دن میں اٹھارہ لاکھ مسلمانوں کو قتل کیا اور شاہی خاندان کی کوئی ایک عورت بھی ایسی نہ چھوڑی جس کے ساتھ بدکاری نہ کی گئی ہو۔

(خطبات محمود جلد نمبر 39 صفحہ 158)

یہ حوالہ تاریخی اور اخلاقی تناظر میں مرزا قادیانی کے عمل اور اس کی نسبتی بنیادوں پر روشنی ڈالتا ہے۔ چند اہم نکات پر تفصیلی گفتگو کی جا سکتی ہے:

1. ماضی کا اثر حال پر: حوالہ میں مسلمانوں کی عیاشی اور ناچ گانے سے زنا کاری کی جانب رجحان کو ہلاکو خان کے بغداد پر حملے کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔ اس کا مقصد یہ دکھانا ہے کہ

اخلاقی زوال قوم کی تباہی کا سبب بنتا ہے۔اسی طرح مرزا قادیانی کی نسبتی منگولیت کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے تا کہ اس کے خاندان اور نسل میں جاری اخلاقی رجحانات کو تاریخی تناظر میں پیش کیا جاسکے۔

2.ناچ گانے اور زنا کاری: مرزا قادیانی کے رویے اور ہیرا منڈی، لکھی طوائف کے کوٹھے پر قیام کی تاریخ کو اس تاریخی سبق سے ملایا جاسکتا ہے۔ جیسے مسلمانوں کے زوال کا سبب ان کی عیاشی اور ناچ گانے تھا، اسی طرح مرزا قادیانی اور اس کے خاندان میں بھی یہ رویے جاری رہے، اور ان کی جماعت میں یہ رویہ معمول بن گیا۔

3.نسلی اور ثقافتی حوالہ: مرزا قادیانی کی منگول نسبتی کو اجاگر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کی عیاشی، میل جول اور غیر اخلاقی عادات محض اس کا ذاتی رویہ نہیں بلکہ ایک تاریخی اور ثقافتی تسلسل کی نمائندگی کرتی ہیں۔

4.سبق اخلاقی: یہ حوالہ ایک اخلاقی تنبیہ بھی ہے کہ اگر قومیں یا افراد اخلاقی حدود سے تجاوز کرتے ہیں تو اس کے نتائج تباہ کن ہو سکتے ہیں، جیسا کہ ہلاکو خان کے بغداد پر حملے میں ہوا۔

5. سابقہ حوالوں سے ربط: پچھلے حوالوں میں مرزا قادیانی اور اس کے خلیفہ حکیم نورالدین کے کنجریوں اور طوائفوں کے ساتھ میل جول کی تفصیل دی گئی تھی۔ یہ تاریخی حوالہ اس عمل کو ایک ثقافتی اور نسلی پس منظر میں رکھ کر اس کی وضاحت کرتا ہے کہ ان رویوں کا آغاز اور تسلسل کہاں سے آیا۔

اس طرح یہ حوالہ نہ صرف مرزا قادیانی کے اخلاقی اور معاشرتی رویوں کو ثابت کرتا ہے بلکہ اسے ایک تاریخی اور نسلی سلسلے کے ضمن میں بھی رکھتا ہے۔

کنجری کے سچے خواب

بلکہ ہمارا تجربہ تو یہاں تک ہے کہ بعض وقت ایک کنجری کو بھی جس کا
دن رات زنا کاری پیشہ ہے سچے خواب آسکتے ہیں۔

(روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 416)

یہ حوالہ مرزا قادیانی کے رویے اور اس کے نظریاتی تضادات کو واضح کرنے میں اہم ہے۔ چند نکات پر تفصیل سے گفتگو کی جاسکتی ہے:

1. مرزا قادیانی کا رویہ: مرزا قادیانی کنجریوں کے ساتھ نہ صرف میل جول رکھتا تھا بلکہ ان کی زندگی کے امور کو بھی اپنی وحی اور خوابوں کی تعبیر کے زمرے میں شامل کرتا تھا۔ یعنی وہ اپنے ذاتی شوق و رغبت کو مذہبی رنگ دے کر پیش کرتا تھا۔

2. خواب کو سچ ماننا: مرزا قادیانی کے نزدیک کنجریوں کے خواب، طوائفوں کے اعمال اور ان کے مظاہر وحی اور حقیقت کے برابر اہمیت رکھتے تھے۔ یہ اس کی شخصیت کی اخلاقی و فکری کمزوری کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ غیر اخلاقی اعمال کو روحانی حیثیت دے دیتا تھا۔

3. کنجری کی حقیقت پسندی: اس کے برعکس، حوالہ واضح کرتا ہے کہ حتیٰ کہ وہ کنجری بھی جس کا پیشہ دن رات زنا کاری ہے، کبھی کبھار سچے خواب دیکھ سکتی ہے۔ یعنی خواب کی صداقت پیشہ یا مقام سے منسلک نہیں بلکہ اللہ کی مشیت اور تقدیر سے ہے۔

4. سابقہ حوالے سے ربط: پچھلے حوالوں میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مرزا قادیانی اور اس کے خلیفہ حکیم نورالدین کنجریوں اور طوائفوں کے ساتھ میل جول رکھتے تھے۔ یہ حوالہ اس رویے کو فکری اور مذہبی تناظر میں پیش کرتا ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنی عیاشی اور میل جول کو روحانی تشریح دینے کے لیے خواب اور وحی کا سہارا لیا۔

5. نتیجہ اخلاقی و فکری: یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ مرزا قادیانی کی تقدیس شدہ وحی میں انسانی

اور اخلاقی حدود کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ اس کے لیے کنجری کی حقیقت یا پیشہ کوئی رکاوٹ نہیں، بلکہ اس کے اعمال اور خواب دونوں کو اپنی مذہبی دلیل کے لیے استعمال کیا جا سکتا تھا۔

یہ حوالہ مجموعی طور پر مرزا قادیانی کی فکری کمزوری، اخلاقی بے باکی اور کنجریوں کے ساتھ اس کے میل جول کی وضاحت کرتا ہے۔

اختتامیہ

اس رسالہ میں پیش کئے گئے تمام حوالہ جات سے واضح ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا پورا طرزِ عمل اور رویہ کنجریوں، طوائفوں اور ہیرا منڈی کی دنیا کے گرد گھومتا رہا۔ تاریخ اور قادیانی کتب کے متعدد حوالہ جات یہ ثابت کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی نہ صرف کنجریوں کے کوٹھوں پر جاتا رہا بلکہ ان کے ناچ گانے، عیاشی اور اخلاقی بے راہ روی کو جائز اور روحانی رنگ میں پیش کرتا رہا۔

سب سے پہلے، مرزا قادیانی نے خود اپنے الہامات اور خطوط میں اس بات کا اظہار کیا کہ ہیرا منڈی کے کوٹھوں اور طوائفوں کے درمیان اس کا قیام معمول کی بات تھی، اور اس کی جماعت کے لوگ بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتے تھے۔ اس سلسلے میں اس کے بیٹے اور خلیفہ بھی اس رویے کی عکاسی کرتے ہیں، جیسے کہ بشیر الدین محمود اور حکیم نورالدین کے حوالہ جات میں دیکھنے کو ملا۔

مزید یہ کہ، مرزا قادیانی نے اپنے ذاتی شوق و رغبت کو دینی رنگ دینے کے لیے خواب اور وحی کو استعمال کیا۔ وہ کنجریوں کے خوابوں کو سچ اور وحی کے مترادف قرار دیتا تھا، حالانکہ یہ خواب اس کے پیشہ یا اخلاقی حیثیت سے مکمل طور پر غیر متعلق تھے۔ اس طرح اس

نے غیر اخلاقی اعمال کو مذہبی جواز دینے کا طریقہ اپنایا۔

حوالہ جات سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ مرزا قادیانی کے رویے نے اس کی جماعت پر بھی اثر ڈالا۔ اس کے خلیفہ اور مرید، حتیٰ کہ گھر کے افراد بھی، کنجریوں اور طوائفوں کے میل جول کو حلال اور جائز سمجھنے لگے۔ یہاں تک کہ بعض قادیانی خلیفہ اور اولاد نے خود کنجریوں کے پاس جانا اور ان کے اعمال کو جائز قرار دینا شروع کر دیا۔

مزید برآں، حوالہ جات میں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کی تربیت، رویہ اور میل جول نے اس کے اہل خانہ اور جماعت کے اخلاق و فکر پر بھی منفی اثر ڈالا۔ اس کے گھر میں خواتین اور لڑکیاں آزادانہ طور پر اس کے گرد رہتیں، اور اس کے لیے غیر محرم کے ساتھ اختلاط، ہاتھ پاؤں دبوانا اور دیگر مشغلے معمول کی بات تھے۔

آخر میں، یہ رسالہ واضح کرتا ہے کہ مرزا قادیانی کا پورا گھرانہ، اس کی جماعت اور اس کے خلیفہ کنجریوں، طوائفوں اور ہیرا منڈی کی دنیا کے گرد گھومتا رہا۔ اس کی عیاشی، میل جول اور اخلاقی بے راہ روی نے قادیانی جماعت کے رویوں میں بھی اثر ڈال دیا۔ یہی تمام حوالہ جات اس نتیجے پر پہنچاتے ہیں کہ:

مرزا قادیانی حقیقتاً کنجریوں کے جھرمٹ میں رہا اور اپنی زندگی، خواب، وحی اور جماعت کے رویے کے ذریعے اس میل جول کو مشروع و جائز سمجھتا رہا۔

پڑ گیا ہے کہ یہ **کھاؤ پیو ہے**۔ اس سے کس تقویٰ اور نیک بختی کی امید ہو سکتی ہے **ہمارے سیّد و مولیٰ افضل الانبیاء خیر الاصفیاء محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کا** تقویٰ دیکھئے کہ وہ ان عورتوں کے ہاتھ سے بھی ہاتھ نہیں ملاتے تھے جو پاک دامن اور نیک بخت ہوتی تھیں اور بیعت کرنے کے لئے آتی تھیں بلکہ دور بٹھا کر صرف زبانی تلقین توبہ کرتے تھے مگر کون عقلمند اور پرہیز گار ایسے شخص کو پاک باطن سمجھے گا جو جوان عورتوں کے چھونے سے پرہیز نہیں کرتا ایک کنجری خوبصورت ایسی قریب بیٹھی ہے گویا **بغل** میں ہے کبھی **ہاتھ** لمبا کر کے **سر پر** عطر مل رہی ہے کبھی **پیروں** کو پکڑتی ہے اور کبھی اپنے خوشنما اور سیاہ **بالوں** کو **پیروں** پر رکھ دیتی ہے اور گود میں تماشہ کر رہی ہے **یسوع** صاحب اس حالت میں **وجد** میں بیٹھے ہیں اور کوئی **اعتراض** کرنے لگے تو اس کو **جھڑک** دیتے ہیں۔ اور طرفہ یہ کہ **عمر جوان** اور **شراب** پینے کی عادت اور پھر **مجرد** اور ایک خوبصورت **کسبی عورت** سامنے پڑی ہے۔ جسم کے ساتھ جسم لگا رہی ہے۔ کیا یہ نیک آدمیوں کا کام ہے اور اس پر کیا دلیل ہے کہ اس کسبی کے چھونے سے **یسوع** کی **شہوت** نے جنبش نہیں کی تھی۔ افسوس کہ یسوع کو یہ بھی میسر نہیں تھا کہ اس **فاسقہ** پر نظر ڈالنے کے بعد اپنی کسی بیوی سے صحبت کر لیتا۔ کم بخت **زانیہ** کے چھونے سے اور **ناز و ادا** کرنے سے کیا کچھ نفسانی جذبات پیدا ہوئے ہوں گے اور شہوت کے جوش نے پورے طور پر کام کیا ہو گا اسی وجہ سے **یسوع** کے منہ سے یہ بھی نہ نکلا کہ اے حرام کار عورت مجھ سے دور رہ اور یہ بات انجیل سے ثابت ہوتی ہے کہ وہ عورت **طوائف** میں سے تھی اور زنا کاری میں سارے شہر میں مشہور تھی۔

درخت کی طرف دوڑے گئے کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ یہ درخت ان کا یا ان کے والد صاحب کی ملک میں سے تھا۔ پس جو شخص بیگانہ درخت کو دیکھ کر **اپنے نفس پر غالب نہ آسکا** اور پیٹ کو بھینٹ چڑھانے کے لئے اس کی طرف دوڑا گیا وہ خدا تو کیا بلکہ بقول آپ کے فرد اکمل بھی نہیں۔

الغرض کسی کے دل میں یہ خیال گذرنا کہ یہ چیز خوبصورت ہے یہ ایک علیحدہ امر ہے جس کو خدا نے آنکھیں دی ہیں جیسے وہ کانٹے اور پھول میں فرق کر سکتا ہے۔ ایسا ہی وہ خوبصورت اور بدصورت میں فرق کر سکتا ہے آپ کے خدا صاحب کو شاید یہ قوت ممیّزہ فطرت سے نہیں ملی ہوگی مگر **پیٹ کی شہوت** کے لئے تو انجیر کے درخت کی طرف دوڑے یہ بھی نہ سوچا کہ یہ کس کا انجیر ہے۔

تعجّب کہ ایک **شرابی** اور **کھاؤ پیو** کو **شہوت پرست** نہ کہا جائے اور وہ پاک ذات جس کی زندگی اور جس کا ہر یک فعل خدا کے لئے تھا اس کا نام اس زمانہ کے پلید طبع شہوت پرست رکھیں عجب تاریکی کا زمانہ ہے۔ **یہ اسلام کی اعلیٰ تعلیم کا ایک نمونہ ہے کہ ہرگز قصداً کسی عورت کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھو کہ یہ بدنظری کا پیش خیمہ ہے** اور اگر اتفاقاً کسی خوبصورت عورت پر نظر پڑے اور وہ خوبصورت معلوم ہو تو اپنی عورت سے صحبت کر کے اس خیال کو ٹال دو۔ خوب یاد رکھو کہ یہ تعلیم اور یہ حکم حفظ ما تقدم کے طور پر ہے جو شخص مثلاً ہیضہ کے دنوں میں ہیضہ سے بچنے کے لئے حفظ ما تقدم کے طور پر کوئی دوا استعمال کرتا ہے تو کیا کہہ سکتے ہیں کہ اس کو ہیضہ ہو گیا ہے یا ہیضہ کے آثار اس میں ظاہر ہو گئے ہیں بلکہ یہ بات اس کی دانشمندی میں محسوب ہوگی اور سمجھا جائے گا کہ وہ اس بیماری سے طبعاً نفرت رکھتا ہے اور اس سے

اور رسول ... عورت نیک

مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 86 طبع جدید از مرزا قادیانی

نہیں ہو سکتی ... بجا نہ لاوے

اور پس پشت یعنی اس کے پیچھے اس کی خیر خواہ نہ ہو۔ اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عورتوں پر لازم ہے کہ اپنے مردوں کی تابعدار رہیں۔ ورنہ ان کا کوئی عمل منظور نہیں۔ اور نیز فرمایا ہے کہ اگر غیر خدا کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں حکم کرتا کہ عورتیں اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں۔ اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے حق میں کچھ بدزبانی کرتی ہے یا اہانت کی نظر سے اس کو دیکھتی ہے اور حکم ربانی سُنکر پھر بھی باز نہیں آتی تو وہ لعنتی ہے۔ خدا اور رسول اس سے ناراض ہیں۔ عورتوں کو چاہیئے کہ اپنے خاوندوں کا مال نہ چُراویں اور نامحرم سے اپنے تئیں بچاویں۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ بغیر خاوند اور ایسے لوگوں کے جن کے ساتھ نکاح جائز نہیں اور جتنے مرد ہیں اُن سے پردہ کرنا ضروری ہے۔ جو عورتیں نامحرم لوگوں سے پردہ نہیں کرتیں شیطان ان کے ساتھ ساتھ ہے۔ عورتوں پر یہ بھی لازم ہے کہ بدکار اور بدوضع عورتوں کو اپنے گھروں میں نہ آنے دیں اور ان کو اپنی خدمت میں نہ رکھیں کیونکہ یہ سخت گناہ کی بات ہے کہ بدکار عورت نیک عورت کی ہم صحبت ہو۔

(۶) عورتوں میں یہ بھی ایک بد عادت ہے کہ جب کسی عورت کا خاوند کسی اپنی مصلحت کے لیے کوئی دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے تو وہ عورت اور اس کے اقارب سخت ناراض ہوتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں اور شور مچاتے ہیں اور اس بندہ خدا کو ناحق ستاتے ہیں۔ ایسی عورتیں اور ایسے ان کے اقارب بھی نابکار اور خراب ہیں۔ کیونکہ اللہ جلشانہ نے اپنی حکمت کاملہ سے جس میں صدہا مصالح ہیں۔ مردوں کو اجازت دے رکھی ہے کہ وہ اپنی کسی ضرورت یا مصلحت کے وقت چار تک بیویاں کر لیں۔ پھر جو شخص اللہ رسول کے حکم کے مطابق کوئی نکاح کرتا ہے تو اس کو کیوں بُرا کہا جائے۔ ایسی عورتیں اور ایسے ہی اس عادت والے اقارب جو خدا اور اس کے رسول کے حکموں کا مقابلہ کرتے ہیں نہایت مردود اور شیطان کی بہنیں اور بھائی ہیں کیونکہ وہ خدا اور رسُول کے فرمودہ سے منہ پھیر کر اپنے رب کریم سے لڑائی کرنا چاہتے ہیں۔ اور اگر کسی نیک دل مسلمان کے گھر میں ایسی بدذات بیوی ہو تو اُسے مناسب ہے کہ اس کو سزا دینے کے لیے دوسرا نکاح ضرور کرے۔

(۷) بعض جاہل مسلمان اپنے ناطہ رشتہ کے وقت یہ دیکھ لیتے ہیں کہ جس کے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کرنا منظور ہے اس کی پہلی بیوی بھی ہے یا نہیں۔ پس اگر پہلی بیوی موجود ہو تو ایسے شخص سے ہرگز نکاح کرنا نہیں چاہتے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسے لوگ بھی صرف نام کے مسلمان ہیں اور ایک طور سے وہ ان عورتوں کے مددگار ہیں جو اپنے خاوندوں کے دوسرے نکاح سے ناراض ہوتی ہیں۔ سو ان کو بھی خدا تعالیٰ سے ڈرنا چاہیئے۔

(۸) ہماری قوم میں یہ بھی ایک نہایت بد رسم ہے کہ دوسری قوم کو لڑکی دینا پسند نہیں کرتے بلکہ حتی الوسع لینا بھی پسند نہیں کرتے۔ یہ سراسر تکبر اور نخوت کا طریق ہے جو سراسر احکام شریعت کے برخلاف ہے۔ بنی آدم سب خدا تعالیٰ کے بندے ہیں۔ رشتہ ناطہ میں صرف یہ دیکھنا چاہیئے کہ جس سے نکاح کیا جاتا ہے وہ نیک بخت اور نیک وضع آدمی ہے

﴿403﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت خلیفہ اوّلؓ فرماتے تھے کہ ایک طالب علم جو کالج میں پڑھتا تھا وہ میرے پاس آکر بیان کرنے لگا کہ کچھ عرصہ سے میرے دل میں دہریت کے خیالات پیدا ہونے شروع ہو گئے ہیں۔اور میں ان کا بہت مقابلہ کرتا ہوں مگر وہ میرا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ میں نے اسے مناسب نصیحت کی اور کہا کہ تم اپنی حالت سے مجھے اطلاع دیتے رہا کرو۔مگر اس کی حالت روبہ اصلاح نہ ہوئی۔بلکہ اس کے یہ شبہات ترقی کرتے گئے۔پھر جب وہ قادیان آیا تو میں نے اسے حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔حضرت صاحبؑ نے اس کے حالات سُن کر فرمایا کہ آپ کالج میں جس جگہ بیٹھا کرتے ہیں وہ جگہ بدل دیں۔اس کے کچھ عرصہ بعد جب وہ پھر قادیان آیا تو کہنے لگا کہ اب میرے خیالات خود بخود ٹھیک ہونے لگ گئے ہیں۔اور اس نے یہ بیان کیا کہ مجھے اب معلوم ہوا ہے کہ جس جگہ میں پہلے بیٹھتا تھا اس کے ساتھ ایک ایسے طالب علم کی جگہ تھی جو دہریہ تھا۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ انسان کے قلب سے مخفی طور پر اس کے خیالات کی رو جاری ہوتی رہتی ہے۔جو پاس بیٹھنے والوں پر اپنا اثر پیدا کرتی ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ یہ طالب علم کمزور طبیعت کا ہوگا اور باوجود خدا پر ایمان رکھنے کے اس کا قلب اپنے دہریہ پڑوسی کی مخفی رو سے متاثر ہو گیا لیکن چونکہ حضرت صاحب نے اپنی فراست سے سمجھ لیا تھا کہ یہ اثر کسی دہریہ کے پاس بیٹھنے کا ہے اس لئے آپ نے اسے نصیحت فرمائی کہ اپنی جگہ بدل دے۔چنانچہ یہ تجویز کارگر ہوئی اور اس کی اصلاح ہوگئی۔علم توجہ جسے انگریزی میں ہپناٹزم کہتے ہیں وہ بھی اسی مخفی قلبی رو کا نتیجہ ہے۔صرف فرق یہ ہے کہ ہپناٹزم میں توجہ ڈالنے والا ارادہ اور شعور کے ساتھ اپنی توجہ کا ایک مرکز قائم کرتا ہے لیکن اس قسم کی عام حالت میں بلا ارادہ ہر شخص کے قلب سے ایک رو جاری رہتی ہے اور اسی لئے یہ رَو ہپناٹزم کی رَو کی نسبت بہت کمزور اور بطئی الاثر ہوتی ہے۔

﴿404﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب مرحوم نے حضرت مسیح موعودؑ سے عرض کیا کہ میرے ساتھ شفاخانہ میں ایک انگریز لیڈی ڈاکٹر کام کرتی ہے اور وہ ایک بوڑھی عورت ہے۔وہ کبھی کبھی میرے ساتھ مصافحہ کرتی ہے اسکے متعلق

کیا حکم ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ یہ تو جائز نہیں ہے۔ آپ کو عذر کر دینا چاہیے کہ ہمارے مذہب میں یہ جائز نہیں۔

﴿405﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مولوی سیّد سرور شاہ صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ قادیان کے قصابوں نے کوئی شرارت کی تو اس پر حضرت صاحب نے حکم دیا کہ ان سے گوشت خریدنا بند کر دیا جاوے۔ چنانچہ کئی دن تک گوشت بند رہا اور سب لوگ دال وغیرہ کھاتے رہے۔ ان دنوں میں نے (مولوی سید سرور شاہ صاحب نے) حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ میرے پاس ایک بکری ہے وہ میں حضور کی خدمت میں پیش کرتا ہوں حضور اسے ذبح کروا کے اپنے استعمال میں لائیں ۔حضرت صاحب نے فرمایا کہ ہمارا دل اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ ہمارے دوست دالیں کھائیں اور ہمارے گھر میں گوشت پکے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس یہ مراد نہیں ہے کہ حضرت صاحب اس بات کے قائل تھے کہ سب مومنوں کے گھر میں ایک سا کھانا پکنا چاہیے اور سب کا تمدن وطریق ایک سا ہونا چاہیے بلکہ منشاء صرف یہ ہے کہ ایسے وقت میں جبکہ گوشت خریدنے کی ممانعت کی گئی تھی آپ کے اخلاق نے یہ گوارا نہیں کیا کہ آپ اپنے لئے تو کوئی خاص انتظام کرلیں اور دوسرے ذی استطاعت احباب جو گوشت خریدنے کی طاقت تو رکھتے تھے مگر بوجہ ممانعت کے رکے ہوئے تھے دالیں کھائیں واِلّا ویسے اپنے گھر میں ہر شخص کو اختیار ہے کہ اعتدال کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی حیثیت کے مطابق جس طرح کا چاہے کھانا کھائے۔

﴿406﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم بیان فرماتے تھے کہ میں حضرت صاحب کے مکان کے اوپر کے حصہ میں رہتا ہوں ۔ میں نے کئی دفعہ حضرت صاحب کے گھر کی عورتوں کو آپس میں یہ باتیں کرتے سُنا ہے کہ حضرت صاحب کی تو آنکھیں ہی نہیں ہیں ۔ان کے سامنے سے کوئی عورت کسی طرح سے بھی گذر جاوے ان کو پتہ نہیں لگتا۔ یہ وہ ایسے موقعہ پر کہا کرتی ہیں کہ جب کوئی عورت حضرت صاحب کے سامنے سے گذرتی ہوئی خاص طور پر

ہے نہ کم کا لفظ اسلئے لکھا ہے کہ بعض قومیں ایسی بھی ہیں جنکے خاوند اپنی بیوی کو خود برہج داتا کے حوالے کرتے ہیں تاکہ نسل بیٹے ہوں بلکہ برہج داتا کی عزت کرتے ہیں بعض قومیں ایسی ہی ہیں کہ انکا جماع اگر اپنی ماں بہن سے واقع ہو جاوے تو اسکو متبرک طور پر ثواب سمجھتے ہیں۔ بعض قومیں اپنی بہنوں لڑکیوں سے خود زنا کروا کر اپنی معاش کا ذریعہ بناتے ہیں۔ اسلئے ان مستثنیات میں احتمال زنا و تہمت زنا کا ہے قطعاً بخوبی نہیں۔

قرآن کریم کا قاعدہ ہے کہ استدلال بالا ولی کرتا ہے جیسے فرمایا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ؀ یعنے مومن ایسے کام سے جسمیں کوئی فائدہ نہو پرہیز کرتے ہیں اور جس کام میں نقصان ہو اس سے تو بطریق اولی پرہیز کریں گے اور جیسے فرمایا وَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ ؀ یعنے اپنی ماں باپ کو اف بھی نکہ۔ تو اس سے معلوم ہوا والدین کو جھڑکنا گالی دینا بطریق اولی منع ہے جسا غیر معصوم کہ جیسے گناہ کا احتمال نقصان بھی ہے مگر بلحاظ عموم بجاؤ کے انکو اس قانون سے مستثنی کر دیا تو نبی جو معصوم ہے اور متقی جو ادنی گناہ سے بھی ڈرتا ہے اور جس سے قطعاً یقیناً زنا اور تہمت زنا کا احتمال نہیں بطریق اولی مستثنے ہیں۔

(۲) غیر اولی الاربۃ میں انبیاء اتقیا داخل ہیں کیونکہ اولی الاربہ کے معنے ہیں شہوانی آدمی اور غیر اولی الاربہ غیر شہوانی اور یہ مسلم بات ہے کہ انبیاء اتقیا شہوانی یعنے شہوت پرست نہیں ہوتے اور قطعاً نہیں ہوتے (۳) غیر اولی الاربۃ کے معنے بقول ابن عباس عفیفہ عورتیں شرم نہ کریں۔ درمنثور جلد ۵ ۔ انبیاء اتقیا کی عصمت پر چونکہ عورتوں کو کامل یقین ہوتا ہے وہ انسے حجاب اور حیا نہیں کرتیں اسیواسطے بطور تبرک یا خدمت وہ مس بھی کرتی ہیں (۴) خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قول اور فعل گواہ ہیں دیکھو حدیث غزوہ خیبر جسمیں عورتیں مجروحین کی مرہم پٹی کے لئے گئی تھیں جو سوائے مس کے نہیں ہو سکتی بلکہ بعض زخموں کے پٹی باندھنے کیلئے مجروح کے بار بار کروٹ بدلنے پڑتے ہیں یا ان پکڑ کر اٹھانا پڑتا ہے) جنہیں بعد فتح دوسروں کیطرح عورتوں کو بھی حصہ دیا گیا۔ دیکھو الحکم ۲۴ مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۴ کالم ۲ و دیگر احادیث صفحہ ۱۲ کالم اول و دوم و احادیث بجواب سوال دوم ضمن الف و ب فضلہ جنہیں جوئیں دیکھنا سر پر روغن ملنا کنگھی کرنا لکھا ہے اور تعامل صحابہ کے لئے دیکھو سوال ہفتم کا جواب نمبر ۵ و ۶

(۵) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ؀ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ؀ یعنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جو احکام شریعت بیان فرماتے ہیں انمیں کوئی بات بھی اپنی طرف سے نہیں فرماتے بلکہ جو کچھ فرماتے ہیں وحی ہی سے فرماتے ہیں لہذا جو کچھ تم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دیں لیلو اور جس سے روکیں باز آجاؤ۔ اسلئے احادیث کو حوالجات (جو اوپر لکھے گئے) حکم قرآن مجید ہی سمجھنا چاہئے۔ (۶) عورتوں کا پاؤں دبانا روغن لگانا کنگھی کرنا یہ فعل رسول نہیں بلکہ یہ فعل تو عورات کا ہے جو اپنی ضرورت یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کو اجر عظیم سمجھکر۔ اور بدن مبارک کو مس کو موجب برکات سمجھکر یہ شرف حاصل کرتی تھیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو رحمۃ للعالمین اور بالمومنین رؤف رحیم تھے انکو محروم نہ رکھتے تھے یعنے منع نہ کرتے۔

سوال پنجم۔ غیر محرم کو اگر رسول سے پردہ کرنا درست نہیں تو حضرت عائشہؓ باوجود مال ہونے سبکے کیوں پردہ کرتی تھیں مومنوں سے۔

جواب۔ یہ عجیب سوال ہے گفتگو تو تھی مامور مرسل امام نبی کے متعلق تو حضرت عائشہؓ کے پردہ کی نسبت کہاں سے سوال پیدا ہو گیا جو نہ مامور ہیں نہ مرسل نہ امام نہ نبی۔

(۲) دوسری عورتوں کو تو ضرورت تھی برکت حاصل کرنے اور خدمت سے اجر عظیم پانے کی حضرت عائشہ صدیقہؓ کو کس صحابی سے یہ چیزیں حاصل کرنیکی ضرورت تھی وہ شرف تو آپکو اللہ تعالیٰ کے فضل سے گھر میں ہر وقت حاصل تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۳) فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؀ ہی حضرات امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو خصوصاً مانع تھا

سوال ششم۔ حضرت اقدس غیر عورتوں سے ہاتھ پاؤں کیوں دبواتے ہیں۔

جواب۔ وہ نبی معصوم ہیں انسے مس کرنا اور اختلاط منع نہیں بلکہ موجب رحمت و برکات ہے،

اور یہ لوگ احکام حجاب سے مستثنے ہیں دیکھو سوالات دوم تا پنجم کے جوابات۔

(۳) امت اپنے نبی کی اولاد روحانی ہوتی ہے۔ اسلئے وہاں زنا اور تہمت زنا کا احتمال نہیں جیسے لوط علیہ السلام نے فرمایا هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ ؀ یہ تمہاری بی بیاں میری بیٹیاں ہیں۔ دوسرا وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ؀ یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیاں ان (مومنوں) کی مائیں ہیں۔ باپ کی بیبیاں مائیں ہوتی ہیں۔

سوال ہفتم۔ حضرت کی صاحبزادی غیر محرموں سے بلا تکلف اندر کیوں چلی آتی ہیں کیا انسے پردہ درست نہیں

جواب۔ آپ نے اس سوال میں تو حد درجہ جہالت سے کام لیا اور غور نہیں کیا کہ پردہ کرنیکی پابند عورات ہیں یا غیر عورتیں کہ پردہ کرانے کی بھی پابند مرد ہیں۔ غرض مردوں کو حکم ہے يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ؀ یعنی مرد اپنی آنکھیں نیچے رکھیں۔ اگر آپ یہ اعتراض کرتے کہ صاحبزادے غیر عورتوں کیطرف دیکھتے ہیں اور غض بصر نہیں کرتے اور اسکا کوئی ثبوت بھی آپ پیش کرتے تو اسکے جواب کی ضرورت بھی ہوتی اب تو انکو جواب کی ضرورت ہی معلوم نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ یعنی تو انپر کوئی داروغہ نہیں کہ انسے عملہ رآمد کراوے۔ اور منواوے جب مامور کسی کا داروغہ نہیں تو کیا صاحبزادے عورتوں سے پردہ کرانے کے ذمہ وار ہیں۔

(۲) کتب حدیث و ... سیر میں بکثرت لکھا ہے کہ صحابہ کی عورتیں جنگلوں میں مجروحوں کے علاج کیلئے جاتی تھیں چنانچہ چند مثالیں لکھی بھی گئی ہیں۔ کیا وہ علاج کیونکر بے پردہ کر سکتی تھیں خصوصاً جب کہ زخم کسی کے بدن کے پڑے یا مخفی حصہ پر زخم ہوں اور زخمی کو بار بار کروٹ دلانے بھی پڑتے ہیں (۳) مستثنیات کے ذکر میں اور قانون کے وجوہ اور نتائج بیان کرتے ہوئے میں لکھدیا ہے کہ ضرورت حجاب صرف احتمال زنا کیلئے ہے۔ جہاں انکے وقوع کا احتمال کم ہو انکو اللہ تعالیٰ نے مستثنے کر دیا ہے اسیواسطے انبیاء اتقیا لوگ مستثنے بلکہ بطریق اولی مستثنے ہیں پس حضرت کے صاحبزادے اللہ تعالیٰ کے فضل سے متقی ہیں ان سے اگر حجاب نہ کریں تو اعتراض کی بات نہیں۔

(۴) گھر میں عورتیں مختلف قسم کی جاتی ہیں کوئی پردہ دار اور کوئی بے پردہ پھر کیا صاحبزادے جب اندر گھر میں جاویں پہلے یہ تحقیقات شروع کر دیں کہ انمیں کون کون پردہ دار ہیں۔

(۵) عن ابن زيد قال لقى عمر بن الخطاب امرءة يقال لها خولة وهو يسير مع الناس فاستوقفته فوقف لها ودنا منها واصغى اليها راسه ووضع يده على منكبيها حتى قضت حاجتها وانصرفت ... درمنثور جلد ۶ صفحہ ۱۸۱ یعنی ابن زید سے روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک عورت خولہ نام ملی جبکہ آپ لوگوں کے ہمراہ جا رہے تھے اس نے حضرت عمر کو ٹھہرا کر باتیں شروع کر دیں حضرت عمر اس عورت کے کندھے پر ہاتھ رکھکر اور اسکی طرف سر جھکا کر باتیں سنتے رہے یہانتک کہ وہ باتوں سے خود فارغ ہو کر چلی گئی۔

(۶) عن ام عطية رضى الله عنها قالت لما قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة جمع نساء الانصار فى بيت فارسل اليهن عمر بن الخطاب رضى الله عنه فقام على الباب فسلم فقال انا رسول رسول الله صلى الله عليه وسلم اليكن نبايعكن على ان لا تشركن بالله شيئا ولا تسرقن ولا تزنين الاية قلنا نعم فمد يده من خارج البيت ومددنا ايدينا من داخل البيت ...

درمنثور جلد ۶ صفحہ ۲۰۹ ام عطیہ سے روایت ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو ایک گھر میں عورات انصار کو جمع کرا کر انکی طرف حضرت عمر کو بھیجا حضرت عمر نے دروازہ پر کھڑا ہو کر سلام کے بعد فرمایا میں ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول تمہاری طرف کیا تم بیعت کرتے ہو کہ شرک چوری زنا وغیرہ نکرینگی ہم نے کہا ہاں پھر حضرت عمر نے باہر سے ہاتھ بڑھایا اور ہم نے گھر کے اندر سے بڑھایا۔

یہ تعامل صحابہ خیر القرون کا ہے پس جب صحابہ کو بسبب تقاضا تک جائز تھا تو صاحبزادے جو متقی ہیں صرف اپنے گھر میں چلا جانا کسطرح جائے اعتراض ہو سکتا ہے حالانکہ اہل پردہ کو پابند بخوبی اپنا پردہ کر سکتی ہیں (۷) وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ سورہ نور رکوع ۴ میں حکم ہے کہ عورتیں اپنی اوڑھنی اپنی چھاتی تک لٹکا دیں

۵

سے زیادہ نہ ہو۔ اور گردٹ لگا ہوا ہو۔ عید سے پہلے طیار کرا کر بھیجدیں۔ قیمت اسکی کسی کے ہاتھ بھیجدیجاویگی۔ یا آپ کے آنے پر آپ کو دیجاویگی۔ رنگ کوئی ہو مگر پارچہ ریشمی یا جالی ہو۔ اندازہ قمیص کا آپ کی لڑکی زینب کے اندازہ پر ہو۔ والسلام۔ خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ

۱۴ فروری ۱۹۰۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مجی اخویم حکیم محمد حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اِس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے۔ آپ اشیاء خریدنی خود خرید دیں اور ایک بوتل ٹانک وائن کی پلومر کی دوکان سے خرید دیں۔ مگر ٹانک وائن چاہیئے۔ اسکا لحاظ رہے۔ باقی خیریت ہے۔ والسلام
مرزا غلام احمد عفی عنہ

ذیل کا خط بجواب میرے ...
ہم مع عیال و اطفال قا...
کے وقت چونکہ برسات کے ...
خطرناک تھا اور میں نے ...
یعنی برخوردار محمد یوسف ...
حضرت سے اُنکی پیشی ...
سواری حالت حمل میں ...
حضور نے کمال مہربانی رش...
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ...
اختیار ہے کہ پیش بے جائیں۔ ...
سڑک تک راستہ نہایت خرا...
ہے۔ اور ایسا ہی دوسری سوا...
راستہ کسی قدر درست ہو جا...
اسوقت گورداسپور سے بٹالہ کی ...
ایک مہینہ گذر چکا تھا۔ تب ...
بہت ہی خطرناک ہوگا۔ حمل ...
ساتھ یکہ گویا عمداً ہلاکت میں ...
سڑک تک راہ کی حالت دیکھ ...
بغیر گذرنے دس بارہ روز کے ...
ہے۔ والسلام
غلا...

دستی خط معرفت مولوی یار محمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں چند روز سے سخت بیمار ہوں۔ بعض وقت جب دورہ دوران سر شدت سے ہوتا ہے تو خاتمہ زندگی محسوس ہوتا ہے۔ ساتھ ہی سردرد بھی ہے۔ ایسی حالت میں روغن بادام سر اور پیروں کی ہتھیلیوں پر ملنا اور پینا فائدہ مند محسوس ہوتا ہے۔ اس لئے میں مولوی یار محمد صاحب کو بھیجتا ہوں کہ آپ خاص تلاش سے ایسا روغن بادام کہ جو تازہ ہو۔ اور کہنہ نہ ہو اور نیز اُسکے ساتھ کوئی ملونی نہ ہو ایک بوتل خرید کر بھیجدیں۔ پانچ روپیہ قیمت اُسکی ارسال ہے۔ اور نیز ہمارا پہلا کلاک یعنی گھنٹہ بگڑ گیا ہے۔ اِسلئے ایک کلاک عمدہ دوسرا خرید کرنے کے لئے مبلغ لہ بھیجتا ہوں۔ یہ کلاک بخوبی امتحان کرکے ارسال فرماویں۔ اسمیں یہ بھی شرط ہے کہ اسکے ساتھ نیم گھنٹہ کی آواز دینے والی کل ہرگز نہ ہو صرف گھنٹوں کی آواز دے کہ اس صورت میں بسا اوقات دھوکہ ہو جاتا ہے۔ اور اسکے ساتھ کوئی دوسری ... چیزوں کی تفصیل ذیل
... احمد عفی عنہ

... الرحیم
... الکریم

... حسین صاحب قریشی
... آج مولوی یار محمد لاہور
... کا کام یاد نہ رہا ...
... عمدہ جس میں بھیجا
... ہو۔ اگر شربتی ہو تو بہتر
... اور دو گز بیاسر دو
... لیا ہوتی ہیں۔ مگر گرمی
... فرماویں زیادہ
... مرزا غلام احمد عفی عنہ

... الرحیم
... الکریم
... روز سے پہنچیں نہایت
... دعا کی گئی۔ خدا تعالیٰ
... ہوا تھا کہ لاہور
... پہنچیگی۔ خدا تعالیٰ
... پھر بھی میں دعا کرونگا



ہوتی رہی۔ پھر میں نے مولوی محمد حسین سے پوچھا کہ آپ تو حضرت مرزا صاحب کے پرانے واقف ہونگے۔ مولوی صاحب نے کہا ہاں میں تو جوانی سے جانتا ہوں اور میں اور مرزا صاحب بچپن میں ہم مکتب بھی تھے۔ اور پھر اس کے بعد ہمیشہ ملاقات رہی۔ میں نے کہا آپ اور مرزا صاحب ہم عمر ہی ہوں گے۔ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ نہیں مرزا صاحب مجھ سے تین چار سال بڑے تھے۔ میں نے سادگی کا چہرہ بنا کر پوچھا کہ مولوی صاحب آپ کی اس وقت کیا عمر ہے؟ مولوی میرے داؤ کو نہ سمجھا اور بولا کہ ۷۳۔۷۴ سال کی ہے۔ میں نے دل میں الحمدللہ کہا اور جلدی ہی گفتگو ختم کر کے اُٹھ آیا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ میاں فخر الدین صاحب مذکور نے خدا کی قسم کھا کر یہ روایت بیان کی تھی۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ مولوی محمد حسین نے اپنے اُس خط میں جس کی اشاعت آئینہ کمالات اسلام میں ہو چکی ہے اپنی پیدائش کی تاریخ ۷ محرم ۱۲۵۶ھ بیان کی ہے۔ اس طرح اگر حضرت صاحب کو مولوی محمد حسین صاحب سے چار سال بڑا مانا جاوے تو آپ کی تاریخ پیدائش ۱۲۵۲ھ بنتی ہے۔ اور ناظرین کو یاد ہوگا کہ اسی کتاب میں دوسری جگہ (دیکھو روایت نمبر ۱۸۵) خاکسار نے ایک اور جہت سے یہی تاریخ پیدائش ثابت کی تھی سو الحمدللہ کہ اس کا ایک شاہد بھی مل گیا اور مجھے یہ یاد پڑتا ہے کہ حضرت صاحب بھی فرمایا کرتے تھے کہ مولوی محمد حسین سے میں تین چار سال بڑا ہوں۔ ایک اور بھی بات ہے کہ ۱۸۹۴ء میں حضرت صاحب نے آتھم کے مقابلہ پر ایک اشتہار میں اپنی عمر ساٹھ سال بیان کی تھی۔ اس سے بھی آپ کی عمر وفات کے وقت ۷۴۔۷۵ سال بنتی ہے۔

﴿266﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ مجھے وہ لوگ جو دنیا میں سادگی سے زندگی بسر کرتے ہیں بہت ہی پیارے لگتے ہیں۔

﴿267﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ''مرضیٔ مولا از ہمہ اولیٰ''۔ (یعنی خدا کی رضا سب سے مقدم ہونی چاہئے)

﴿268﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ مدت کی بات ہے کہ جب میاں ظفر احمد صاحب کپورتھلوی کی پہلی بیوی فوت ہوگئی اور اُن کو دوسری بیوی کی تلاش ہوئی تو ایک

دفعہ حضرت صاحب نے اُن سے کہا کہ ہمارے گھر میں دو لڑکیاں رہتی ہیں ان کو میں لاتا ہوں آپ اُن کو دیکھ لیں۔ پھر اُن میں سے جو آپ کو پسند ہو اس سے آپ کی شادی کر دی جاوے۔ چنانچہ حضرت صاحب گئے اور ان دو لڑکیوں کو بلا کر کمرہ کے باہر کھڑا کر دیا۔ اور پھر اندر آ کر کہا کہ وہ باہر کھڑی ہیں آپ چک کے اندر سے دیکھ لیں۔ چنانچہ میاں ظفر احمد صاحب نے اُن کو دیکھ لیا اور پھر حضرت صاحب نے اُن کو رخصت کر دیا اور اس کے بعد میاں ظفر احمد صاحب سے پوچھنے لگے کہ اب بتاؤ تمہیں کون سی لڑکی پسند ہے۔ وہ نام تو کسی کا جانتے نہ تھے اس لئے انہوں نے کہا کہ جس کا منہ لمبا ہے وہ اچھی ہے۔ اس کے بعد حضرت صاحب نے میری رائے لی میں نے عرض کیا کہ حضور میں نے تو نہیں دیکھا پھر آپ خود فرمانے لگے کہ ہمارے خیال میں تو دوسری لڑکی بہتر ہے جس کا منہ گول ہے۔ پھر فرمایا جس شخص کا چہرہ لمبا ہوتا ہے وہ بیماری وغیرہ کے بعد عموماً بدنما ہو جاتا ہے لیکن گول چہرہ کی خوبصورتی قائم رہتی ہے۔ میاں عبداللہ صاحب نے بیان کیا کہ اس وقت حضرت صاحب اور میاں ظفر احمد صاحب اور میرے سوا اور کوئی شخص وہاں نہ تھا۔ اور نیز یہ کہ حضرت صاحب ان لڑکیوں کو کسی احسن طریق سے وہاں لائے تھے۔ اور پھر ان کو مناسب طریق پر رخصت کر دیا تھا، جس سے ان کو کچھ معلوم نہیں ہوا۔ مگر ان میں سے کسی کے ساتھ میاں ظفر احمد صاحب کا رشتہ نہیں ہوا۔ یہ مدت کی بات ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اللہ کے نبیوں میں خوبصورتی کا احساس بھی بہت ہوتا ہے۔ دراصل جو شخص حقیقی حُسن کو پہچانتا اور اس کی قدر کرتا ہے وہ مجازی حسن کو بھی ضرور پہچانے گا اور اس کے مرتبے کے اندر اندر اس کی قدر کرے گا۔ آنحضرت ﷺ کے متعلق احادیث میں روایت آتی ہے کہ مہاجرین میں سے ایک شخص نے انصار میں سے کسی لڑکی کے ساتھ شادی کرنے کا ارادہ کیا اور آپؐ سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ بغیر دیکھے کے شادی نہ کرنا۔ بلکہ پہلے لڑکی کو دیکھ لینا کیونکہ انصار لڑکیوں کی آنکھ میں عموماً نقص ہوتا ہے۔ ایک اور صحابی جابرؓ سے جس نے ایک بیوہ عورت سے شادی کی تھی۔ مگر وہ خود ابھی نوجوان لڑکا تھا۔ آپؐ نے فرمایا ''میاں کسی باکرہ لڑکی سے کیوں نہ شادی کی جو تمہارے ساتھ کھیلتی اور تم اس کے ساتھ کھیلتے''۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ جن لوگوں نے دنیا میں کچھ کام کرنا ہوتا ہے ان کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ ان کی خانگی زندگی

۱۸۹۲ء "بارہا اِس عاجز کا نام مکاشفات میں غازی رکھا گیا ہے۔"
(نشانِ آسمانی صفحہ ۱۵۔ روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ ۳۷۵)

۱۸۹۲ء "یہ عاجز خدائے تعالیٰ کے احسانات کا شکر ادا نہیں کر سکتا کہ اِس تکفیر کے وقت میں کہ ہر ایک طرف سے اِس زمانہ کے علماء کی آوازیں آرہی ہیں کہ لَسْتَ مُؤْمِنًا۔ اللہ جلّ شانہٗ کی طرف سے یہ نِدا ہے کہ

قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ[1]

ایک طرف حضرات مولوی صاحبان کہہ رہے ہیں کہ کسی طرح اِس شخص کی بیخ کنی کرو۔ اور ایک طرف الہام ہوتا ہے

یَتَرَبَّصُوْنَ عَلَیْکَ الدَّوَآئِرَ عَلَیْھِمْ دَآئِرَۃُ السَّوْءِ[2]

اور ایک طرف وہ کوشش کر رہے ہیں کہ اِس شخص کو سخت ذلیل اور رُسوا کریں اور ایک طرف خدا وعدہ کر رہا ہے :-

اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ۔ اَللّٰہُ اَجْرُکَ۔ اَللّٰہُ یُعْطِیْکَ جَلَالَکَ[3]

اور ایک طرف مولوی لوگ فتوے پر فتوے لکھ رہے ہیں کہ اِس شخص کی ہم عقیدگی اور پیروی سے انسان کافر ہو جاتا ہے اور ایک طرف خدا تعالیٰ اپنے اِس الہام پر متواتر زور دے رہا ہے۔

"قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ"[4]

غرض یہ تمام مولوی صاحبان خدا تعالیٰ سے لڑ رہے ہیں۔ اب دیکھئے کہ فتح کس کی ہوتی ہے۔"
(نشانِ آسمانی صفحہ ۳۸، ۳۹۔ روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ ۳۹۸، ۳۹۹)

۲۵ جولائی ۱۸۹۲ء "۲۵ جولائی ۱۸۹۲ء مطابق ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ روز دوشنبہ۔" آج میں نے بوقت

---

[1] (ترجمہ از مرتّب) کہہ مجھے مامور کیا گیا ہے اور مَیں سب سے پہلے ایمان لاتا ہوں۔
[2] (ترجمہ از مرتّب) وہ تجھ پر حوادث کے نزول کا انتظار کر رہے ہیں۔ بُری گردش انہی پر پڑے گی۔
[3] (ترجمہ از مرتّب) جو تیری ذلّت چاہے مَیں اُسے ذلیل کروں گا۔ اللہ تیرا اجر ہے۔ اللہ تجھے تیرا جلال عطا کرے گا۔
نوٹ از مرتّب :- الہام اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ حضرت اقدس کو ۱۸۹۲ء میں بمقام لاہور شیخ محمد حسین بٹالوی کی نسبت بھی ہوا تھا۔ (دیکھئے الحکم جلد ۱ نمبر ۶ مورخہ ۳۰ نومبر ۱۸۹۶ء صفحہ ۲)۔
[4] (ترجمہ از مرتّب) کہہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو۔ اسی طرح وہ بھی تم سے محبت کرے گا۔

صبح صادق ساڑھے چار بجے دن کے خواب میں دیکھا کہ ایک حویلی ہے اس میں میری بیوی والدہ محمود اور ایک عورت بیٹھی ہے۔ تب مَیں نے ایک مَشک سفید رنگ میں پانی بھرا ہے اور اس مَشک کو اُٹھا کر لایا ہوں اور وہ پانی لاکر ایک اپنے گھڑے میں ڈال دیا ہے۔ مَیں پانی کو ڈال چکا تھا کہ وہ عورت جو بیٹھی ہوئی تھی یکایک سُرخ اور خوش رنگ لباس پہنے ہوئے میرے پاس آگئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جوان عورت ہے۔ پَیروں سے سَر تک سُرخ لباس پہنے ہوئے شاید جالی کا کپڑا ہے مَیں نے دل میں خیال کیا کہ وہی عورت ہے جس کے لئے اشتہار دئے تھے لیکن اس کی صورت میری بیوی کی صورت معلوم ہوئی۔ گویا اس نے کہا یا دل میں کہا کہ مَیں آگئی ہوں مَیں نے کہا یا اللہ آجاوے اور پھر وہ عورت مجھ سے بغلگیر ہوئی۔ اس کے بغلگیر ہوتے ہی میری آنکھ کُھل گئی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

اِس سے دو چار روز پہلے خواب میں دیکھا تھا کہ روشن بی بی میرے دالان کے دروازہ پر آکھڑی ہوئی ہے اور مَیں دالان کے اندر بیٹھا ہوں۔ تب مَیں نے کہا کہ آ۔ روشن بی بی اندر آجا۔"

(رجسٹر متفرق یادداشتیں صفحہ ۳۳ از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

ماہِ اگست ۱۸۹۲ء "مجھے تین چار روز ہوئے ایک متوحّش [1] خواب آئی تھی جس کی یہ تعبیر تھی کہ ہمارے ایک دوست پر دشمن نے حملہ کیا ہے اور کچھ ضرر پہنچایا ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ دشمن کا بھی کام تمام ہو گیا۔"

(مکتوب بنام حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ مورخہ ۲۶ اگست ۱۸۹۲ء مکتوباتِ احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ صفحہ ۱۲۲)

---

[1] (نوٹ از مرتّب) یہ متوحّش خواب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے متعلق تھی اور اس میں ایک دوست سے مراد بھی آپ ہی ہیں۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ اسی مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:-

"کل کی ڈاک میں آں مکرم کا محبت نامہ پہنچ کر بوجہ بشریت اس کے پڑھنے سے ایک حیرت دل پر طاری ہوئی مگر ساتھ ہی دل پھر کُھل گیا۔ یہ خداوند حکیم و کریم کی طرف سے ایک ابتلاء ہے۔ انشاء اللہ القدیر کوئی خوف کی جگہ نہیں ......
مجھے معلوم نہیں کہ ایسا پُر اشتعال حکم کسی اشتعال کی وجہ سے دیا گیا۔ کیا بدقسمت وہ ریاست ہے جس سے ایسے مبارک قدم نیک بخت اور سچے خیر خواہ نکالے جائیں اور معلوم نہیں کہ کیا ہونے والا ہے۔"

(مکتوب مذکور۔ مکتوباتِ احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ صفحہ ۱۲۱ تا ۱۲۳)

حضرت مولانا یعقوب علی صاحب عرفانیؓ اس پُر اشتعال حکم کے سبب پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت حکیم الامّت اور مولوی محرم علی چشتی مرحوم پر ایک سیاسی الزام آپ کے دشمنوں نے لگایا تھا۔ راجہ امر سنگھ صاحب کو حضرت حکیم الامّت سے بہت محبّت تھی اور وہ آپ کی عملی زندگی اور صداقت پسندی کا عاشق تھا اور وہ ایک مدبّر اور صائب الرائے نوجوان تھا۔ وہ سیاسی

جھگڑا یا مقدمہ ہوتا ہے۔ اور دونوں نذر دیتے ہیں۔ اور دعا کی درخواست کرتے ہیں کہ مقدمہ ان کے حق میں فتح ہو۔ ہم دونوں کی نذر قبول کر لیتے ہیں۔ اور خدا سے یہ دعا کرتے ہیں کہ ان میں سے جو سچا ہو اور جس کا حق ہو اُسے فتح دے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ پِیر کا مرید کی نذر ردّ کرنا مرید کے لئے موت سے بڑھ کر ہوتا ہے اس لئے سوائے اس کے کہ کسی پر کوئی خاص ناراضگی ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سب کی نذر قبول فرما لیتے تھے اور سب کے لئے دعا کرتے تھے اور ہر ایک کو اپنے اپنے رنگ میں دعا فائدہ پہنچاتی تھی۔ کسی کو فتح کے رنگ میں اور کسی کو اور رنگ میں۔

﴿786﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ مائی رسول بی بی صاحبہ بیوہ حافظ حامد علی صاحب مرحوم نے بواسطہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ مولوی فاضل مجھ سے بیان کیا کہ ایک زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت میں مَیں اور اہلیہ بابو شاہ دین رات کو پہرہ دیتی تھیں۔ اور حضرت صاحب نے فرمایا ہوا تھا۔ کہ اگر میں سوتے میں کوئی بات کیا کروں تو مجھے جگا دینا۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں نے آپ کی زبان پر کوئی الفاظ جاری ہوتے سُنے اور آپ کو جگا دیا۔ اس وقت رات کے بارہ بجے تھے۔ ان ایام میں عام طور پر پہرہ پر مائی فجّو۔ منشیانی اہلیہ منشی محمد دین گوجرانوالہ اور اہلیہ بابو شاہ دین ہوتی تھیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مائی رسول بی بی صاحبہ میری رضاعی ماں ہیں اور حافظ حامد علی صاحب مرحوم کی بیوہ ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے خادم تھے۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب ان کے داماد ہیں۔

﴿787﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ جب مَیں قادیان میں تھا اور اُوپر سے رمضان شریف آ گیا۔ تو مَیں نے گھر آنے کا ارادہ کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ نہیں سارا رمضان یہیں رہیں۔ مَیں نے عرض کی۔ حضور ایک شرط ہے کہ حضور کے سامنے کا جو کھانا ہو وہ میرے لئے آ جایا کرے۔ آپ نے فرمایا۔ بہت اچھا۔ چنانچہ دونوں وقت حضور برابر اپنے سامنے کا کھانا مجھے بھجواتے رہے۔ دوسرے لوگوں کو بھی یہ خبر ہو گئی اور وہ مجھ سے چھین لیتے

تھے۔جس کے آخر میں دُعا یہی ہے۔ وفا یہی ہے۔ وغیرہ آتا ہے۔تو مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی بڑی بیوی مولویانی مرحومہ کسی کام کی غرض سے حضرت صاحب کے پاس آئیں۔حضرت صاحب نے ان سے فرمایا کہ مَیں ایک نظم لکھ رہا ہوں۔جس میں یہ یہ قافیہ ہے آپ بھی کوئی قافیہ بتائیں۔مولویانی مرحومہ نے کہا۔ ہمیں کسی نے پڑھایا ہی نہیں۔تومَیں بتاؤں کیا۔حضرت صاحب نے ہنس کر فرمایا کہ آپ نے بتا تو دیا ہے اور پھر بھی آپ شکایت کرتی ہیں کہ کسی نے پڑھایا نہیں۔مطلب حضرت صاحب کا یہ تھا کہ ’’پڑھایا نہیں‘‘ کے الفاظ میں جو ’’پڑھا‘‘ کا لفظ ہے۔اسی میں قافیہ آ گیا ہے۔چنانچہ آپ نے اسی وقت ایک شعر میں اس قافیہ کو استعمال کر لیا۔

﴿847﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔میرے گھر سے یعنی والدہ عزیز مظفر احمد نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عموماً گرم پانی سے طہارت فرمایا کرتے تھے اور ٹھنڈے پانی کو استعمال نہ کرتے تھے۔ ایک دن آپ نے کسی خادمہ سے فرمایا۔کہ آپ کے لئے پاخانہ میں لوٹا رکھدے۔اس نے غلطی سے تیز گرم پانی کا لوٹا رکھدیا۔جب حضرت مسیح موعود علیہ السَّلام فارغ ہو کر باہر تشریف لائے۔تو دریافت فرمایا کہ لوٹا کس نے رکھا تھا۔جب بتایا گیا کہ فلاں خادمہ نے رکھا تھا۔تو آپ نے اُسے بلوایا۔اور اُسے اپنا ہاتھ آگے کرنے کو کہا۔اور پھر اس کے ہاتھ پر آپ نے اس لوٹے کا بچا ہوا پانی بہا دیا تا کہ اُسے احساس ہو کہ یہ پانی اتنا گرم ہے کہ طہارت میں استعمال نہیں ہو سکتا۔اس کے سوا آپ نے اُسے کچھ نہیں کہا۔

﴿848﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔میرے گھر سے یعنی والدہ عزیز مظفر احمد نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ ہم گھر کی چند لڑکیاں تربوز کھا رہی تھیں۔اس کا ایک چھلکا مائی تابی کو جا لگا۔جس پر مائی تابی بہت ناراض ہوئی۔اور ناراضگی میں بددُعائیں دینی شروع کر دیں۔اور پھر خود ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس جا کر شکایت بھی کر دی۔اس پر حضرت صاحب نے ہمیں بلایا اور پوچھا کہ کیا بات ہوئی ہے۔ہم نے سارا واقعہ سُنا دیا۔جس پر آپ مائی تابی پر ناراض ہوئے کہ تم نے میری اولاد کے متعلق بددعا کی ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مائی تابی قادیان کے قریب کی ایک بوڑھی عورت تھی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں رہتی تھی اور اچھا اخلاص رکھتی تھی۔مگر ناراضگی میں عادتاً بددعائیں دینے لگتی تھی۔ نیز

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میرے گھر سے خان بہادر مولوی غلام حسن صاحب پشاوری کی لڑکی ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے صحابی ہیں۔مگر افسوس ہے کہ مولوی صاحب موصوف کو خلافتِ ثانیہ کے موقعہ پر ٹھوکر لگی اور وہ غیر مبایعین کے گروہ میں شامل ہو گئے لیکن الحمدللہ کہ میرے گھر سے بدستور جماعت میں شامل ہیں اور وابستگانِ خلافت میں سے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کے والد ماجد کو بھی ہدایت نصیب فرمائے۔آمین [1]

﴿849﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔** مائی امیر بی بی عرف مائی کا کو ہمشیرہ میاں امام الدین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیشتر طور پر عورتوں کو یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ نماز با قاعدہ پڑھیں۔قرآن شریف کا ترجمہ سیکھیں اور خاوندوں کے حقوق ادا کریں۔جب کبھی کوئی عورت بیعت کرتی تو آپ عموماً یہ پوچھا کرتے تھے کہ تم قرآن شریف پڑھی ہوئی ہو یا نہیں۔اگر وہ نہ پڑھی ہوئی ہوتی تو نصیحت فرماتے کہ قرآن شریف پڑھنا سیکھو۔اور اگر صرف ناظرہ پڑھی ہوتی۔تو فرماتے کہ ترجمہ بھی سیکھو۔تا کہ قرآن شریف کے احکام سے اطلاع ہو اور ان پر عمل کرنے کی توفیق ملے۔

﴿850﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔** مائی کا کو نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میرے سامنے میاں عبدالعزیز صاحب پٹواری سیکھواں کی بیوی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے کچھ تازہ جلیبیاں لائی۔حضرت صاحب نے ان میں سے ایک جلیبی اٹھا کر منہ میں ڈالی۔اس وقت ایک راولپنڈی کی عورت پاس بیٹھی تھی۔اس نے گھبرا کر حضرت صاحب سے کہا۔حضرت یہ تو ہندو کی بنی ہوئی ہیں۔حضرت صاحب نے کہا۔تو پھر کیا ہے۔ہم جو سبزی کھاتے ہیں۔وہ گوبر اور پاخانہ کی کھاد سے تیار ہوتی ہے۔اور اسی طرح بعض اور مثالیں دے کر اُسے سمجھایا۔

﴿851﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔** مائی کا کو نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میرے بھائی خیر دین کی بیوی نے مجھ سے کہا کہ شام کا وقت گھر میں بڑے کام کا وقت ہوتا ہے اور مغرب کی نماز عموماً قضا ہو جاتی ہے۔تم حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دریافت کرو کہ ہم کیا کیا کریں۔مَیں نے حضرت صاحب سے دریافت کیا کہ گھر میں کھانے وغیرہ کے انتظام میں مغرب کی نماز قضا ہو جاتی ہے۔اس کے متعلق کیا حکم

[1] اس کتاب کی اشاعت کے بعد خان بہادر مولوی غلام حسن صاحب پشاوری نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ کی بیعت کر لی تھی۔(ناشر)

جوانی میں اور نہ اب۔ بلکہ ہمیشہ اس کی طرف سے بے رغبتی رہی ہے حالانکہ نوجوانوں کو اس میں کافی شغف ہوتا ہے اور خاندان میں بھی بعض افراد کبھی کبھی ناول پڑھتے رہے ہیں۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت حضرت صاحب نے کسی کو ناول پڑھتے دیکھا ہوگا۔ یا کسی اور وجہ سے اِدھر توجہ ہوئی ہو گی۔ جس پر بطریق انتباہ مجھے یہ نصیحت فرمائی۔ اور الحمدللہ مَیں حضرت صاحب کی توجہ سے خدا کے فضل کے ساتھ اس لغو فعل سے محفوظ رہا۔

﴿780﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت ام المومنین نے ایک دن سُنایا کہ حضرت صاحب کے ہاں ایک بوڑھی ملازمہ مسماۃ بھانو تھی۔ وہ ایک رات جبکہ خوب سردی پڑ رہی تھی۔ حضور کو دبانے بیٹھی۔ چونکہ وہ لحاف کے اوپر سے دباتی تھی۔ اس لئے اُسے یہ پتہ نہ لگا کہ جس چیز کو مَیں دبا رہی ہوں۔ وہ حضور کی ٹانگیں نہیں ہیں بلکہ پلنگ کی پٹی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت صاحب نے فرمایا۔ بھانو آج بڑی سردی ہے۔ بھانو کہنے لگی۔ ''ہاں جی تدّے تے تہاڈی لتّاں لکڑی وانگر ہویاں ہویاں ایں۔'' یعنی جی ہاں جبھی تو آج آپ کی لاتیں لکڑی کی طرح سخت ہو رہی ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب نے جو بھانو کو سردی کی طرف توجہ دلائی تو اس میں بھی غالباً یہ جتانا مقصود تھا کہ آج شاید سردی کی شدت کی وجہ سے تمہاری حس کمزور ہو رہی ہے اور تمہیں پتہ نہیں لگا کہ کس چیز کو دبا رہی ہو۔ مگر اس نے سامنے سے اور ہی لطیفہ کر دیا۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ بھانو مذکورہ قادیان کے ایک قریب کے گاؤں بسرا کی رہنے والی تھی۔ اور اپنے ماحول کے لحاظ سے اچھی مخلصہ اور دیندار تھی۔

﴿781﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ قریباً ۱۸۹۷ء یا ۱۸۹۸ء کا واقعہ ہے کہ کہیں سے ایک بہت بڑا لوہے چینی کا پیالہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس آیا۔ جس کی بڑائی کی وجہ سے معلوم نہیں اہل بیت نے یا خود حضرت صاحب نے اس کا نام **کاسۃ المسیح** رکھ دیا اور اسی نام سے وہ مدتوں مشہور رہا۔ ان دنوں حضرت صاحب کو کچھ پھنسیوں وغیرہ کی تکلیف جو ہوئی۔ تو

مسلمان اور بڑے بڑے معزز لوگ موجود تھے۔ تین گھنٹے حضور اقدس نے تقریر فرمائی۔ حالانکہ بوجہ سفر دہلی کچھ طبیعت بھی درست نہ تھی۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ اس لئے حضور اقدس نے بوجہ سفر روزہ نہ رکھا تھا۔ اب حضور اقدس نے تین گھنٹہ تقریر جو فرمائی تو طبیعت پر ضعف سا طاری ہوا۔ مولوی محمد احسن صاحب نے اپنے ہاتھ سے دودھ پلایا۔ جس پر ناواقف مسلمانوں نے اعتراضاً کہا کہ مرزا رمضان میں دودھ پیتا ہے اور شور کرنا چاہا۔ لیکن چونکہ پولیس کا انتظام اچھا تھا۔ فوراً یہ شور کرنے والے مسلمان وہاں سے نکال دیئے گئے۔ اس موقعہ پر یہاں پر تین تقاریر ہوئیں۔ اوّل مولوی سیّد محمد احسن صاحب کی۔ دوسرے حضرت مولوی نورالدین صاحب کی۔ تیسرے حضور اقدس علیہ السلام کی۔ پھر یہاں سے حضور امرتسر تشریف لے گئے۔ وہاں سُنا ہے کہ مخالفوں کی طرف سے سنگباری بھی ہوئی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ بازار میں اکیلے پھرنے کی بات تو خیر ہوئی مگر مجھے یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ حضور بازار کے اندر صرف صدری میں پھر رہے تھے۔ اور جسم پر کوٹ نہیں تھا کیونکہ حضرت صاحب کا طریق تھا کہ گھر سے باہر ہمیشہ کوٹ پہن کر نکلتے تھے۔ پس اگر میر صاحب کو کوئی غلطی نہیں لگی تو اس وقت کوئی خاص بات ہوگی یا جلدی میں کسی کام کی وجہ سے نکل آئے ہوں گے یا کوٹ کا خیال نہیں آیا ہوگا۔

﴿910﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ مجھ سے میری لڑکی زینب بیگم نے بیان کیا۔ کہ مَیں تین ماہ کے قریب حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں رہی ہوں۔ گرمیوں میں پنکھا وغیرہ اور اسی طرح کی خدمت کرتی تھی۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ نصف رات یا اس سے زیادہ مجھ کو پنکھا ہلاتے گذر جاتی تھی۔ مجھ کو اس اثنا میں کسی قسم کی تھکان و تکلیف محسوس نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ خوشی سے دل بھر جاتا تھا۔ دو دفعہ ایسا موقعہ آیا کہ عشاء کی نماز سے لے کر صبح کی اذان تک مجھے ساری رات خدمت کرنے کا موقع ملا۔ پھر بھی اس حالت میں مجھ کو نہ نیند، نہ غنودگی اور نہ تھکان معلوم ہوئی بلکہ خوشی اور سرور پیدا ہوتا تھا۔ اسی طرح جب مبارک احمد صاحب بیمار ہوئے تو مجھ کو ان کی خدمت کے لئے بھی اسی طرح کئی راتیں گذارنی پڑیں۔ تو حضور نے فرمایا کہ زینب اس قدر خدمت کرتی ہے کہ

کرنال والی لائن سے سفر کیا۔ کیونکہ دوسری طرف سے راستہ میں دو دفعہ دریا کا پُل آتا تھا۔ اور ان دنوں میں کچھ حادثات بھی ریلوں کے زیادہ ہوئے تھے۔ اسی ضمن میں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے بھتیجے نے جو ایک نشہ باز اور خطرناک آدمی تھا۔ حضور کو ایک خط تحریر کیا۔ اور اس میں قتل کی دھمکی دی۔ کچھ دن بعد وہ خود قادیان آ گیا۔ آپ نے جب سُنا تو حضرت خلیفہ اولؓ کو تاکیداً کہلا بھیجا کہ اسے فوراً رخصت کر دیں۔ چنانچہ مولوی صاحب نے اُس کچھ دے دلا کر رخصت کر دیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں لکڑی کے شہتیر ہوتے تھے۔ جن سے یہ خطرہ ہوتا تھا۔ کہ اگر شہتیر ٹوٹے تو ساری چھت گر جائے گی۔ مگر آجکل لوہے کے گاڈر نکل آئے ہیں۔ جو بہت محفوظ ہوتے ہیں۔

﴿687﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔** ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت صاحب ارکانِ اسلام میں سب سے زیادہ نماز پر زور دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ''نمازیں سنوار کر پڑھا کرو''۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ سنوار کر پڑھنے سے یہ مراد ہے کہ دل لگا کر پوری توجہ کے ساتھ ادا کی جائے۔ اور نماز میں خشوع خضوع پیدا کیا جائے۔ اور اس میں کیا شبہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں ایسی کیفیت پیدا کر لے تو وہ گویا ایک مضبوط قلعہ میں آ جاتا ہے۔

﴿688﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔** ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ڈاکٹر نور محمد صاحب لاہوری کی ایک بیوی ڈاکٹرنی کے نام سے مشہور تھی وہ مدتوں قادیان آ کر حضور کے مکان میں رہی اور حضور کی خدمت کرتی تھی۔ اس بیچاری کو سل کی بیماری تھی۔ جب وہ فوت ہوگئی تو اس کا ایک دوپٹہ حضرت صاحب نے دعا کے لئے یاد دہانی کے لئے بیت الدعا کی کھڑکی کی ایک آہنی سلاخ سے بندھوا دیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ ڈاکٹرنی مرحومہ بہت مخلصہ تھی اور اس کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب کا اخلاص بھی ترقی کر گیا تھا۔

﴿689﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔** ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ قریباً ۹۳ء تک گول

ایسے لوگ منافق ہی رہیں گے اور کسی صورت میں منافقت کا داغ ان کے چہروں سے مٹ نہیں سکتا۔ آخر وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ط۵ قرآن کریم میں مَیں نے نہیں لکھ دیا۔ منافق قرآن کریم کے تمام نسخوں کو دیکھ لیں ان نسخوں کو بھی دیکھ لیں جو میری اس بیان کردہ تعریف سے پہلے کے چھپے ہوئے ہیں اور پھر دیکھیں کہ آیا ان نسخوں میں یہ آیت ہے یا نہیں اور جب ہے تو وہ خود ہی سوچیں کہ اس میں میرا کیا دخل ہؤا۔ انہیں اگر اعتراض کا شوق ہے تو وہ خدا پر کریں کہ اس نے کیوں نَعُوْذُ بِاللهِ ایسی جھوٹی بات قرآن کریم میں لکھ دی جو ان کی سمجھ میں نہیں آتی اور جسے موجودہ منافق غلط قرار دے رہے ہیں۔ اس نے آپ ہی آپ ایک بات قرآن کریم میں لکھ دی حالانکہ اسے چاہئے تھا کہ وہ پہلے ان منافقوں سے مشورہ لیتا اور پوچھتا کہ منافق کون ہوتا ہے پھر جو تعریف یہ بتاتے اسے قرآن کریم میں نازل کرتا۔ لیکن اس قدر اعتراضات کرنے کے باوجود ہر خط میں بڑا اخلاص بھی ظاہر کیا ہؤا ہوتا ہے اور لکھا ہوتا ہے کہ ہم سلسلہ کے خادم ہیں مگر اس کی سلسلہ سے محبت کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ ایک خط میں جس کے متعلق اس نے یہ تسلیم کیا ہے کہ وہ اسی کا لکھا ہؤا ہے اس پر یہ تحریر کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود ولی اللہ تھے اور ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کرلیا کرتے ہیں، اگر انہوں نے کبھی کبھار زنا کرلیا تو اس میں حرج کیا ہؤا۔ پھر لکھا ہے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض نہیں کیونکہ وہ کبھی کبھی زنا کیا کرتے تھے ہمیں اعتراض موجودہ خلیفہ پر ہے جو ہر وقت زنا کرتا رہتا ہے۔ اس اعتراض سے پتا لگتا ہے کہ یہ شخص پیغامی طبع ہے اس لئے کہ ہمارا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ اعتقاد ہے کہ آپ نبی اللہ تھے مگر پیغامی اس بات کو نہیں مانتے اور وہ آپ کو صرف ولی اللہ سمجھتے ہیں۔

تو جب کوئی شخص ایک سچائی پر اعتراض کرتا ہے اسے لازماً دوسری سچائیوں پر بھی اعتراض کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً مصری صاحب کو سب سے پہلے میری خلافت میں نقائص نظر آئے۔ اب اس کا یہ لازمی نتیجہ ہے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل پر بھی ان کا حملہ ہو کیونکہ جس طرح میں خلیفہ ہوں اسی طرح وہ بھی خلیفہ تھے، جس طرح میں یہ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے خلیفہ بنایا ہے کسی انسان نے نہیں بنایا اسی طرح آپ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے خدا نے خلیفہ بنایا ہے۔ اور کسی

۶ — روزنامہ الفضل قادیان دار الامان مورخہ ۱۴ اگست ۱۹۳۸ء — نمبر ۲۷ جلد ۲۶
Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور جسے موجودہ منافق غلط قرار دے رہے ہیں۔ اس نے آپ ہی آپ ایک بات قرآن کریم میں لکھ دی۔ حالانکہ اسے چاہیئے تھا۔ وہ پہلے ان منافقوں سے مشورہ لیتا اور پوچھتا کہ منافق کون ہوتا ہے۔ پھر جو تعریف یہ بتاتے اسے قرآن میں نازل کرتا۔ لیکن اس قدر اعتراضات کرنے کے باوجود ہر خط میں بڑا اخلاص بھی ظاہر کیا ہوا ہوتا ہے۔ اور لکھا ہوتا ہے۔ ہم سلسلہ کے خادم ہیں۔ مگر

اس کی سلسلہ سے محبت کا اندازہ

اسی سے ہو سکتا ہے۔ کہ ایک خط میں جس کے متعلق اس نے تسلیم کیا ہے کہ وہ اسی کا لکھا ہوا ہے۔ اس پر یہ تحریر کیا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود ولی اللہ تھے۔ اور ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کر لیا کرتے ہیں۔ اگر انہوں نے کبھی کبھار زنا کر لیا۔ تو اس میں حرج کیا ہوا۔ پھر لکھا ہے۔ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض نہیں کیونکہ وہ کبھی کبھی زنا کیا کرتے تھے۔ ہمیں اعتراض موجودہ خلیفہ پر ہے۔ کیونکہ وہ ہر وقت زنا کرتا رہتا ہے۔ اس اعتراض سے پتہ لگتا ہے۔ کہ یہ شخص پیغامی طبع ہے۔ اس لئے کہ ہمارا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ اعتقاد ہے۔ کہ آپ نبی اللہ تھے۔ مگر پیغامی اس بات کو نہیں مانتے اور وہ آپ کو صرف ولی اللہ سمجھتے ہیں۔

تو جب کوئی شخص ایک سچائی پر اعتراض کرتا ہے۔ اُسے لازماً

دوسری سچائیوں پر بھی اعتراض

کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً مصری صاحب کو شروع سے پہلے میری خلافت میں نقائص نظر آئے۔ اب اس کا یہ لازمی نتیجہ ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ پر بھی ان کا حملہ ہو۔ کیونکہ جس طرح میں خلیفہ ہوں۔ اسی طرح وہ بھی خلیفہ تھے۔ جس طرح میں یہ کہتا ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ نے مجھے خلیفہ بنایا ہے۔ کسی انسان نے نہیں بنایا۔ اسی طرح آپ بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ مجھے خدا نے خلیفہ بنایا ہے۔ اور کسی انسان کی یہ طاقت نہیں۔ کہ مجھے خلافت سے معزول کرے۔ پھر آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ جو شخص میری خلافت پر اعتراض کرے گا۔ وہ ابلیس بن جائے گا۔ اور جب میں مر جاؤں گا۔ تو پھر وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا چاہے گا۔ اور خدا اس کو آپ کھڑا کر یگا۔

پس جب انہوں نے بھی یہی باتیں کہی ہیں۔ تو معترض اپنے دل میں سوچتا اور کہتا ہے۔ اگر حضرت خلیفہ اول رضؓ کی باتیں صحیح تھیں۔ تو موجودہ خلافت پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اور اگر موجودہ خلافت قابل اعتراض ہے۔ تو حضرت خلیفہ اول رضؓ کی خلافت بھی باطل ہے۔ اور چونکہ اس کے دل میں بغض ہوتا ہے۔ اس لئے وہی اعتراض جو وہ مجھ پر کرتا ہے۔ حضرت خلیفہ اول رضؓ پر بھی کر دیتا ہے۔ اور اس طرح ان کی خلافت کا بھی منکر ہو جاتا ہے۔ پھر اس سے اوپر جب وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اُن پیشگوئیوں کو دیکھتا ہے جو آپ نے میرے متعلق فرمائیں۔ آپ کی اُن دعاؤں کو پڑھتا ہے۔ جو آپ نے میرے لئے اور اپنی باقی تمام اولاد کے لئے کیں۔ تو اسے کہنا پڑتا ہے۔ یہ بھی غلط ہی ہیں۔ وہ پیشگوئیاں سنتا اور کہتا ہے۔ یہ پوری نہیں ہوئیں۔ اور دعاؤں کا ذکر سنتا ہے تو کہتا ہے۔ ہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعائیں بیشک کی تھیں مگر وہ قبول نہیں ہوئیں۔ ان کمبختوں کی دعائیں تو قبول ہو جائیں۔ لیکن اگر دعائیں قبول نہ ہوں۔ تو خدا کے مسیح اور اس کے نبی کی! اپنے متعلق تو ان کا یہ دعویٰ ہے۔ کہ وہ بار بار کہتے ہیں۔ ہم دعا کریں گے۔ اللہ ہمیں غلبہ دیگا۔ اللہ سچوں کی سنتا ہے۔ مگر کیا مسیح موعود ہی نعوذ باللہ احرار کے قول کے مطابق کذاب اور دجال تھا۔ کہ خدا نے اس کی دعاؤں کو نہ سنا۔ وہ سنتا ہے۔ تو انہی منافقوں اور بدباطنوں کی۔

پھر یہ لکھنے والا مجھے لکھتا ہے۔ تم نے

جماعت سے نذرانے

وصول کر کر کے اسے غریب کر دیا۔ تم اسوقت یہاں ہزاروں کی تعداد میں موجود ہو۔ کیا تم میں سے کوئی ایک شخص بھی قسم کھا کر کہہ سکتا ہے۔ کہ میں نے کبھی ایک پیسہ کا بھی اس سے فائدہ اٹھایا ہو۔ میرا طریق ہمیشہ یہ ہے۔ کہ بعض دوست میرے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں۔ ہم فلاں چیز آپ کے لئے لانا چاہتے ہیں۔ وہ کس سائز کی ہو۔ مثلاً بوٹ کا کیا سائز ہو۔ یا جرابیں کس سائز کی ہوں۔ مگر میں کبھی انہیں جواب نہیں دیتا۔ سوائے اس کے کہ بعض دفعہ کوئی پیچھے پڑ کر پاؤں کا ناپ لے لے تو یہ دوسری بات ہے۔ ورنہ میں نے کبھی کسی کو ایسی باتوں کا جواب نہیں دیا۔ بلکہ بعض تو کئی کئی خط لکھتے ہیں۔ اور جب میں جواب نہیں دیتا تو وہ شکایت کرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں شاید میں ان کے خطوں کا اس لئے جواب نہیں دیتا۔ کہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہوں۔ حالانکہ میں جواب اسلئے نہیں دیتا۔ کہ یہ بات میری طبیعت کے خلاف ہے۔ اور میں اسے بھی سوال کا ایک رنگ سمجھتا ہوں۔ ہاں اگر کوئی دوست خود بخود کوئی تحفہ دے جائے تو میں اسے رد بھی نہیں کرتا۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے یہ امر ثابت ہے کہ آپ ایسے تحائف قبول فرما لیا کرتے تھے آپ نے فرمایا بھی ہے۔ کہ بغیر اشراف نفس بغیر نفس کی خواہش کے اگر کوئی شخص تحفہ دے تو اسے قبول کر لو۔ بارک اللہ لک فیہ اللہ تعالیٰ تجھے اس میں برکت دے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ایسے تحائف قبول کر لیا کرتے۔ آخر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تجارت نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ کی کوئی جائداد بھی نہیں تھی۔ پھر آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں کوئی اجر نہیں مانگتا۔ ایسی صورت میں صحابہ میں سے اگر کوئی اپنی مرضی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیۃً کچھ پیش کرتا۔ تو آپ اسے قبول فرما لیتے اور اگر کوئی آپ ہی اپنی مرضی سے خدمت کرتا اور پھر اس کا احسان جتاتا ہے۔ تو اس سے زیادہ گندہ اور کمینہ شخص اور کون ہو سکتا ہے۔

اور کب اسے کہا گیا تھا۔ کہ کچھ دو۔ اسی طرح میں ہمیشہ کہتا رہتا ہوں۔ کہ مجھے کچھ مت دو۔ اور اگر کوئی مجھ سے کچھ لانے کے لئے پوچھتا بھی ہے تو میں اسے جواب نہیں دیتا۔ ایسی حالت میں بغیر میری خواہش کے اگر کوئی شخص مجھے نذرانہ دیتا ہے۔ تو وہ اپنی مرضی سے دیتا ہے۔ میں نے کبھی کسی سے نذرانہ نہیں مانگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے ایام میں سیالکوٹ کے ایک زمیندار دوست نے میرے ہاتھ پر چونی رکھ دی۔ مجھے یاد ہے۔ کہ اس وقت شرم کے مارے میرا جسم پسینہ پسینہ ہو گیا۔ اور میں اس مجلس سے بھاگا۔ اور سیدھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پہنچا۔ اور وہ چونی آپ علیہ السلام کے سامنے پیش کر دی۔ اور شکوہ کیا کہ ایک شخص نے آج میرے ہاتھ پر یہ چونی رکھ دی ہے۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ محسوس کرتے ہوئے۔ کہ مجھے اس کا فعل اچھا نہیں لگا۔ فرمایا۔ تمہیں اس کے جذبے کی قدر کرنی چاہیئے اس نے جو کچھ کیا ہے۔ محبت کے ماتحت کیا ہے۔ تمہاری ہتک کرنے کے خیال سے نہیں کیا۔ حدیث میں بھی آیا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے کچھ دے۔ تو وہ لے لو۔ چنانچہ اب اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے مجھے کچھ دے دے۔ تو میں لے لیتا ہوں۔ ورنہ مانگنے کے لحاظ سے کوئی شخص ثابت نہیں کر سکتا کہ۔ میں نے کبھی کسی سے کچھ مانگا ہو۔ باقی رہے۔ چندے سو اگر میں نے اپنے لئے جماعت سے نذرانے لینے ہوتے۔ تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ

علاوہ ازیں نیوگ کا حیا سوز مسئلہ ایسا ہے کہ فطرتِ انسانی اسے دھکے دے رہی ہے۔صرف ایک حوالہ نقل کرتا ہوں:

سوامی دیانند صاحب سے کسی نے سوال کیا کہ جب ایک شادی ہوگی اور ایک عورت کے لئے ایک خاوند ہوگا۔اگر مرد و عورت دونوں جوان ہوں اور عورت حاملہ ہو یا مرد مریض ہو تو ان صورتوں میں اگر حاملہ عورت کے خاوند یا ایک مریض خاوند کی جوان عورت یا ایک مریض عورت کے جوان خاوند سے رہا نہ جائے تو کیا کرے۔'' سوامی جی کا جواب ملاحظہ فرمایئے:

''اگر حاملہ عورت سے ایک سال صحبت نہ کرنے کے عرصہ میں مرد سے یا دائم المریض مرد کی عورت سے رہا نہ جائے تو کسی سے نیوگ کر کے اس کے لئے اولاد پیدا کرے لیکن رنڈی بازی یا زنا کاری کبھی نہ کریں۔(ستیارتھ ب۴ دفعہ ۱۴۶)

حضرات! انسانی کانشنس کیا ایک لحہ کے لئے بھی یہ قبول کر سکتی ہے کہ ایسی حیا سوز تعلیم دینے والی کتاب کبھی خدا کا کلام ہو سکتا ہے۔ظاہر ہے کہ مندرجہ بالا فقرہ میں ''اس کے لئے اولاد پیدا کرے'' محض ڈھکوسلہ ہے کیونکہ جس صورت میں عورت حاملہ ہوگی اولاد کے حصول کے لئے کہیں اور جا کر نیوگ کرنا تحصیل حاصل ہے۔پس اصل علاج تو سوامی صاحب نے ''رہا نہ جائے'' کا بتایا ہے۔

ہمارے گجرات (پنجاب) میں سوامی جی تشریف لائے اور آ کر لیکچر دیا۔ایک شخص نے سوامی جی سے سوال کیا۔''جس عورت کا خاوند کنجری کے پاس جائے اُس کی عورت کیا کرے؟ انہوں نے فرمایا: اُس کی عورت بھی ایک مضبوط آدمی رکھ لے۔'' (جیون چرتر مصنفہ لیکھرام و آتمارام صفحہ ۳۵۵)

حیرت ہے کہ اس تعلیم کو کامل، مکمل بلکہ اکمل اور عالمگیر الہامی قرار دیا جاتا ہے ۔

گر یہی دیں ہے جو ہے ان کے خصائل سے عیاں
مَیں تو اک کوڑی کو بھی لیتا نہیں ہوں زینہار

(۵) خدا علیم کُل ہے۔اس کے لئے تینوں زمانے یکساں ہیں۔وہ آئندہ کے حالات جانتا ہے کیونکہ وہی قَدَّرَهٗ تَقۡدِیۡرًا (الفرقان: ۳) کا فاعل ہے مگر انسان ضعیف البنیان کمی علم کی وجہ سے آئندہ کے حالات نہیں جان سکتا۔پس انسانی اور الہامی کلام میں ایک یہ ما بہ الامتیاز ہے کہ خدا تعالیٰ کے کلام میں پیشگوئیاں ہوتی ہیں جو اسے انسانی کلام سے ممتاز و بالا ثابت کرتی ہیں۔ویدوں میں پیشگوئیوں کا نام تک نہیں مگر اس کے بالمقابل قرآن شریف نے آئندہ زمانہ کی اخبار بیان فرما کر آئندہ

زہریلا اثر ڈالنے والے ہیں۔ سچ ہے کہ از ماست کہ بر ماست۔ اصل میں یہ قصور خود مسلمانوں کا ہے جنہوں نے اپنی سادہ لوح اولاد کو بغیر اس کے کہ ان کو قرآن اور اسلام کے ضروری علوم سے آگاہ کریں ان مدرسوں اور کالجوں میں بھیج دیا۔ مانا کہ طلب علم ہر مرد عورت پر فرض ہے جیسا کہ حدیث طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ سے ظاہر ہے مگر اوّل علوم دینیہ کا حصول فرض ہے۔ جب بچے علوم دینی سے پورے واقف ہو جاویں اور ان کو اسلام کی حقیقت اور نور سے پوری اطلاع ہو جاوے تب ان مروجہ علوم کے پڑھانے کا کوئی حرج نہیں۔ اصل میں ان مسلمانوں کی موجودہ روش بہت ہی خطرناک ہے۔ دیکھو! پہلے ایک عورت کو بازاری کنجری بنا کر پھر توبہ کرائی جائے تو وہ کیسی توبہ کرے گی؟ شراب، بدکاری اور بے قید زندگی اس کی عادت ثانی ہو جاوے گی۔ اوّل تو اسے توبہ کرنا ہی مشکل اور اگر کرے بھی تو وہ کیسی توبہ ہوگی؟ اس کو ہر کوئی سمجھ سکتا ہے۔ یہی حال ان لڑکوں کا ہے جن کو پہلے فلسفہ اور سائنس کے زہریلے علوم سکھا کر خود خدا کی ہستی پر ہی شبہات پیدا کرا دیئے جاتے ہیں اور پھر ان سے امید کی جاتی ہے کہ وہ اسلام کے بھی شیفتہ ہوں۔[1]

علوم جدیدہ کے حملے کا علاج

ہمارا یہ ایمان ہے کہ کوئی فلسفہ اور سائنس خواہ وہ اپنی اس موجودہ حالت سے ہزار درجہ ترقی کر جاوے مگر قرآن ایسی ایک کامل کتاب ہے کہ یہ نئے علوم کبھی بھی اس پر غالب نہیں آسکتے۔ مگر اس شخص کی نسبت ہم کیوں کر ایسی رائے قائم کر سکتے ہیں کہ جس کی نسبت ہمیں معلوم ہے کہ اس کو علوم قرآن سے مسّ ہی نہیں اور اس نے اس طرف کبھی توجہ ہی نہیں کی بلکہ کبھی ایک سطر بھی قرآن شریف کی غور و تدبّر کی نظر سے نہیں پڑھی۔

مثال کے طور پر قرآن کی تعلیم روحانی کا ایک فلسفہ بیان ہوا ہے جو بعد الموت اعمال کے نتیجہ میں انسان کو بہشت کے رنگ میں ملے گا جس کے نیچے نہریں چلتی ہوں گی۔ بظاہر یہ ایک قصہ ہے مگر قصہ

---

[1] بدر سے۔ ''پادریوں کے یا آریوں کے مدرسوں میں اپنی اولاد کا بھیج دینا اور پھر ان سے اس بات کا طلبگار رہنا کہ یہ سچے مسلمان ہوں۔ ایں خیال است و محال است و جنوں'' (بدر جلد ۷ نمبر ۲۵ مورخہ ۲۵؍جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۴)

سے اور حرام ہے یہ بات مومنوں پر۔ کیا معنے ؟ کوئی مومن زناکار سے نکاح نہ کرے۔ تعلقاتِ شادی سے پہلے جہاں دوسرے امور کی تحقیق و تفتیش کی جاتی ہے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ اچھی طرح سے دریافت کر لیا جائے کہ مرد یا عورت ایسے نہ ہوں جو زنا میں گرفتار ہیں۔ یہ تجربہ کی بات ہے۔ کہ نیک بدکار کے مناسب حال نہیں ہوتا۔ اور بدکار نیک کے مناسب حال نہیں ہوتا۔

سوال : اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ جب گناہ سے توبہ کرنے کے بعد تائبہ ایسی ہو جاتی ہے کہ گویا اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں تو پھر دوسری عورتوں کی طرح اس کا نکاح مومن کے ساتھ کیوں جائز نہیں۔

جواب : ایک کنجنی اپنے پیشہ کو چھوڑنے کے بعد بھی سب کے درمیان کنجنی ہی کہلاتی ہے کوئی اس کو تائبہ نہیں کہتا۔ ہندو مسلمان ہو جاتا ہے تو پھر اس کو کوئی ہندو نہیں کہتا۔ لیکن کنجنی باوجود نکاح کر لینے کے بھی لوگوں کے درمیان کنجنی ہی مشہور رہتی ہے۔ علاوہ ازیں گزشتہ عادتِ بد کا کچھ ایسا اثر اندر ہی اندر رہتا ہے کہ اس کا جانا مشکل ہوتا ہے ...... ایک دفعہ ایک کنجنی تائبہ ہو کر ہمارے پاس آئی اور کہا کہ میں آپ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ ہم نے اس کو اسی آیت شریف کے حکم کے مطابق جواب دیا لیکن وہ اس خیال سے باز نہ آئی۔ اور ہمارے پیچھے پڑی رہی تو ہم نے جواب دیا کہ ایک علیحدہ مکان لے لے۔ اور گندے کام کو بالکل ترک کر دے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تیرا یہ نام ہٹا دے۔ انہیں دنوں میں ایک نوجوان امیرزادہ جو ہمارا بھی واقف تھا۔ اس کے پاس پہنچا اور اس کو اس طرح سے پھسلایا کہ میں ذمہ لیتا ہوں کہ تمہارا نکاح مولوی صاحب سے کرا دوں گا۔ مگر چونکہ پھر تم ہمیشہ کے واسطے پردہ نشین ہو جاؤ گی اس واسطے اب تم ایک رات کیلئے میرے مکان پر آ جاؤ۔ اپنی گزشتہ عادتِ بد کے مطابق اس کے واسطے یہ امر قبول کرنا مشکل نہ ہوا۔ چنانچہ وہ اس کے مکان پر چلی گئی۔ رات کو اس بدکار نے شراب نوشی سے اپنا دردِ شکم ظاہر کیا۔ اور مجھے بلانے کو آدمی بھیجا کہ میں اس کا علاج کروں اگرچہ میں خود نہ گیا۔ تاہم میرے شاگردوں کے جانے کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ وہ عورت پھر کبھی میرے پاس نہ آئی۔ اور اس جوان نے صبح کو ہم کو کہا کہ دیکھو کس آسانی سے ہم نے اس عورت کو آپ کے پاس سے دفع کیا۔ (بدر ۶ جولائی ۱۹۰۵ء صفحہ ۳)

۵۔ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً

وہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ (۱) ایک وہ جو دوسروں کی اصلاح کے لئے مامور نہیں ہوتے بلکہ اُن کا کاروبار اپنے نفس تک ہی محدود ہوتا ہے۔ اور اُن کا کام صرف یہی ہوتا ہے کہ وہ ہر دم اپنے نفس کو ہی زہد اور تقویٰ اور اخلاص کا صیقل دیتے رہتے ہیں اور حتّی الوسع خدا تعالیٰ کی اَدق سے اَدق رضامندی کی راہوں پر چلتے اور اُس کے باریک وصایا کے پابند رہتے ہیں اور ان کے لئے ضروری نہیں ہوتا کہ وہ کسی ایسے عالی خاندان اور عالی قوم میں سے ہوں جو علو نسب اور شرافت اور نجابت اور امارت اور ریاست کا خاندان ہو بلکہ حسب آیت کریمہ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ☆[۱] صرف ان کی تقویٰ دیکھی جاتی ہے گو وہ دراصل چوہڑوں میں سے ہوں یا چماروں میں سے یا مثلاً کوئی اُن میں سے ذات کا کنجر ہو جس نے اپنے پیشہ سے توبہ کر لی ہو یا اُن قوموں میں سے ہو جو اسلام میں دوسری قوموں کے خادم اور نیچ قومیں سمجھی جاتی ہیں۔ جیسے حجام۔ موچی۔ تیلی۔ ڈوم۔ میراسی۔ سقے۔ قصائی۔ جولاہے۔ کنجری۔ تنبولی۔ دھوبی۔ مچھوے۔ بھڑ بھونجے۔ نانبائی وغیرہ یا مثلاً ایسا شخص ہو کہ اس کی ولادت میں ہی شک ہو کہ آیا حلال کا ہے یا حرام کا۔ یہ تمام لوگ توبہ نصوح سے اولیاء اللہ میں داخل ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ درگاہ کریم ہے اور فیضان کی موجیں بڑے جوش سے جاری ہیں اور اُس قدوس ابدی کے دریائے محبت میں غرق ہو کر طرح طرح کے میلوں والے اُن تمام میلوں سے پاک ہو سکتے ہیں جو عرف اور عادت کے طور پر اُن پر لگائے جاتے ہیں۔ اور پھر بعد اس کے کہ وہ اُس خدائے قدوس سے مل گئے۔ اور اس کی محبت میں محو ہو گئے اور اس کی رضا میں کھوئے گئے سخت بدذاتی ہوتی ہے کہ اُن کی کسی نیچ ذات کا ذِکر بھی کیا جائے کیونکہ اب وہ وہ نہیں رہے اور انہوں نے اپنی شخصیت کو چھوڑ دیا اور خدا میں جا ملے اور اِس لائق ہو گئے کہ

☆ ترجمہ۔ تم میں سے خدا تعالیٰ کے نزدیک وہی زیادہ بزرگ ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ کی راہوں پر چلتا ہے۔ منه

ایسی تعلیم نہیں دی ہے بلکہ وہ تو قلب سلیم چاہتا ہے وہ محسنوں اور متقیوں کو پیار کرتا ہے اس کا ولی ہوتا ہے۔ کیا سارے قرآن میں ایک جگہ بھی لکھا ہوا ہے کہ وہ ان کو پیار کرتا ہے جن کے قلب جاری ہوں؟

یقیناً سمجھو کہ یہ محض خیالی باتیں اور کھیلیں ہیں جن کا اصلاح نفس اور روحانی امور سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے بلکہ ایسے کھیل خدا سے بُعد کا موجب ہو جاتے ہیں اور انسان کے عملی حصہ میں مضر ثابت ہوتے ہیں۔ اس لئے تقویٰ اختیار کرو۔ سنت نبوی کی عزت کرو اور اس پر قائم ہو کر دکھاؤ۔ جو قرآن کریم کی تعلیم کا اصل فخر یہی ہے۔"

سوال:۔ پھر صوفیوں کو کیا غلطی لگی؟

جواب:۔ "ان کو حوالہ بخدا کرو۔ معلوم نہیں انہوں نے کیا سمجھا اور کہاں سے سمجھا **تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ** بعض وقت لوگوں کو دھوکا لگتا ہے کہ وہ ابتدائی حالت کو انتہائی سمجھ لیتے ہیں۔ کیا معلوم ہے کہ انہوں نے ابتدا میں یہ کہا ہو پھر آخر میں چھوڑ دیا ہو یا کسی اور ہی نے ان کی باتوں میں التباس کر دیا ہو اور اپنے خیالات ملا دیئے ہوں۔ اسی طرح پر تو توریت وانجیل میں تحریف ہو گئی۔ گزشتہ مشائخ کا اس میں نام بھی نہیں لینا چاہئے ان کا تو ذکر خیر چاہئے۔

انسان کو لازم ہے کہ جس غلطی پر خدا اسے مطلع کر دے خود اس میں نہ پڑے۔ خدا نے یہی فرمایا ہے کہ شرک نہ کرو اور تمام عقل اور طاقت کے ساتھ خدا کے ہو جاؤ اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا **مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ**۔"

(الحکم نمبر 40 جلد 5 مؤرخہ 31/اکتوبر 1901ء صفحہ 2,1)

(۱۱۰) حبس دم

سوال:۔ حبس دم کیا ہے؟

جواب:۔ "یہ بھی ہندو جوگیوں کا مسئلہ ہے اسلام میں اس کی کوئی اصل موجود نہیں ہے۔"

(الحکم نمبر 40 جلد 5 مؤرخہ 31/اکتوبر 1901ء صفحہ 2)

(۱۱۱) کنجنی کی بنوائی ہوئی مسجد میں نماز

ایک شخص کے سوال پر فرمایا کہ:۔

" کنچنی کی بنوائی ہوئی مسجد میں نماز درست نہیں ہے۔"

(الحکم نمبر 19 جلد 7 مؤرخہ 24/اپریل 1903ء صفحہ 11)

(۱۱۲) ظاہری نماز، روزہ وقربانی

فرمایا:۔

"ظاہری نماز اور روزہ اگر اس کے ساتھ اخلاص اور صدق نہ ہو کوئی خوبی اپنے اندر نہیں رکھتا۔ جوگی اور سنیاسی بھی اپنی جگہ بڑی بڑی ریاضتیں کرتے ہیں اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ان میں سے بعض اپنے ہاتھ تک سکھا دیتے ہیں اور بڑی بڑی مشقتیں اُٹھاتے اور اپنے آپ کو مشکلات اور مصائب میں ڈالتے ہیں لیکن یہ تکالیف ان کو کوئی نور نہیں بخشتی اور نہ کوئی سکینت اور اطمینان ان کو ملتا ہے بلکہ اندرونی حالت ان کی خراب ہوتی ہے۔ وہ بدنی ریاضت کرتے ہیں جس کو اندر سے کم تعلق ہوتا ہے اور کوئی اثر ان کی روحانیت پر نہیں پڑتا۔ اسی لئے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاءُ هَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى یعنی اللہ تعالیٰ کو تمہاری قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے۔ حقیقت میں خدا تعالیٰ پوست کو پسند نہیں کرتا بلکہ وہ مغز چاہتا ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے تو پھر قربانی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اسی طرح نماز روزہ اگر روح کا ہے تو پھر ظاہر کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ یہ بالکل پکی بات ہے کہ جو لوگ جسم سے خدمت لینا چھوڑ دیتے ہیں ان کو روح نہیں ملتی اور اس میں وہ نیازمندی اور عبودیت پیدا نہیں ہوسکتی جو اصل مقصد ہے اور جو صرف جسم سے کام لیتے ہیں روح کو اس میں شریک نہیں کرتے وہ بھی خطرناک غلطی میں مبتلا ہیں اور یہ جوگی اسی قسم کے ہیں۔

روح اور جسم کا باہم خدا تعالیٰ نے ایک تعلق رکھا ہوا ہے اور جسم کا اثر روح پر پڑتا ہے مثلاً اگر ایک شخص تکلف سے رونا چاہے تو آخر اس کو رونا آ ہی جائے گا اور ایسا ہی جو تکلف سے ہنسنا چاہے اسے ہنسی آ ہی جاتی ہے۔ اسی طرح پر نماز کی جس قدر حالتیں جسم پر وارد ہوتی ہیں مثلاً کھڑا ہونا یا رکوع کرنا اس کے ساتھ ہی روح پر بھی اثر پڑتا ہے اور جس قدر جسم میں نیازمندی کی حالت دکھاتا ہے اسی قدر روح میں پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ خدا نرے سجدہ کو قبول نہیں کرتا مگر سجدہ کو روح کے ساتھ ایک تعلق ہے اس

بوجھل سمجھے اور اسے طبعیہ کہتے ہیں۔ غموم کے آثار، شرم گاہ، گند، مکروہ افعال، ناپسند اقوال، شکست پانا، جنگ، ہلاکت، فساد، ضرر، آگ، خطا اور ضعف بصر کو سوء کہتے ہیں۔

سیئہ کی جزا کو سیئہ اس لئے کہتے ہیں کہ اگر وہ جزاءً نہ ہوتی تو سیئہ تھی۔ سیئہ کی جزاء......
کبھی حکام وسلاطین دے سکتے ہیں مثلاً چور، زانی، ڈاکو وغیرہ کی سزائیں۔ ہر ایک کو اجازت نہیں۔ بعض سزائیں تاجر دے سکتے ہیں مثلاً لین دین میں جو شرارت کرے اس کو آئندہ دیتے نہیں یا اس سے لیتے نہیں۔

مؤدب اساتذہ لڑکوں کو تنبیہ کرتے ہیں۔ بعض سیئات کی سزا اللہ تعالیٰ دیتا ہے مخلوق کا کام نہیں کہ جزا دے۔ غرض یہ باب بہت بڑا وسیع ہے ہر ایک کو بدی کی جزا دینا شرعاً جائز نہیں۔

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ (بنی اسرائیل :۱۱۱) کے معنے آپ نے جو کئے ہیں وہ بجائے خود صحیح ہیں اور بالکل صحیح ہیں مگر نماز تہجد کے ساتھ علماء نے چسپاں کئے ہیں اور تفاسیر میں لکھا ہے۔

والسلام

نورالدین

۲۶/جون ۱۹۰۹ء

....

کنچنی کی بنوائی ہوئی مسجد ایک شخص نے دریافت کیا کہ کنچنی کی بنوائی ہوئی مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا کہ جو جگہ نماز پڑھنے کے واسطے الگ کی گئی ہے یا بنائی گئی ہے اس میں نماز پڑھنا جائز ہے کوئی ممانعت نہیں۔ باقی رہا یہ امر کہ بانیہ مسجد کو اس کے اس فعل کا ثواب ملے گا یا نہیں اس امر کو خدا تعالیٰ پر چھوڑنا چاہیے۔ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ اس امر پر رائے زنی کریں۔

قبر پر پھول چڑھانا ایک شخص نے دریافت کیا۔ کیا میت کی روح کو خوش کرنے کی نیت سے قبر پر پھول چڑھانا جائز ہے؟

جو پہلے دوست کو موسیقی کے بارہ میں دیا تھا کہ نصف گھنٹہ یا پون گھنٹہ تک آپ سمجھاتے رہے لیکن میں جو کچھ سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ اس علم کے متعلق جو کچھ میں اب تک سمجھتا رہا ہوں وہ غلط ہے اور آپ نے جو کچھ سمجھانا چاہا ہے وہ میں نہیں سمجھا۔ اب دیکھو دو علم گئے جو مجھے نہیں آتے۔ پھر میں کہاں حکیم کہلا سکتا ہوں۔ نہ میں علم موسیقی جانتا ہوں اور نہ میں PAINTING جانتا ہوں۔ ورنہ مجھے ہر علم کا شوق ہے۔ ہاتھ دیکھنا، کمپیریٹو ریلیجن (COMPARATIVE RELIGION)، طب، جغرافیہ، تاریخ حساب اور باقی اکثر علوم کے متعلق میں نے کتابیں پڑھی ہیں اور میں ان کے متعلق خاصی واقفیت رکھتا ہوں لیکن یہ علوم میں نے کالج میں نہیں پڑھے۔ پرائیویٹ طور پر ان کا مطالعہ کیا ہے۔ ایک چھوٹا سا نکتہ تھا جس نے مجھے اس کا شوق دلایا۔ میں ایک دفعہ دہلی جا رہا تھا۔ کہ سفر پر جانے سے پہلے حضرت خلیفہ اوّل نے مجھے کہا میاں تم نے کبھی کنجنی کا ناچ بھی دیکھا ہے مجھے بہت شرم آئی کہ آپ نے یہ کیا سوال کیا ہے اور میں کوئی جواب نہ دے سکا۔ آپ نے فرمایا میاں تم دین سیکھ رہے ہو اگر تمہیں کنجنی کے ناچ کا ہی علم نہیں تو تم اس کے متعلق کیا رائے قائم کر سکتے ہو تم اسے فن کے طور پر دیکھو اس چیز نے مجھے احساس دلایا کہ علم کے طور پر کوئی چیز بھی بُری نہیں۔ ہاں اگر وہی چیز تعیش کے طور پر کی جائے تو وہ علم نہیں بلکہ جہالت ہے مثلاً چوری بھی ایک علم ہے اگر یہ علم نہ سیکھا جائے تو جاسوس کیسے بنیں اس کے متعلق بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں لکھا ہے کہ چور کی ایک عادت ہوتی ہے اور وہ اسے بار بار دہراتا ہے مثلاً ایک چور کو کھڑکی سے کودنے کی عادت ہے۔ دوسرے کو سینڈھ لگانے کی عادت ہے جاسوسوں نے ان پر نشان لگایا ہؤا ہوتا ہے جب بھی کوئی چوری ہوتی ہے۔ جاسوس اس نشان کا تتبع کرتے ہیں مثلاً کسی گھر میں چوری ہوتی ہے اور چور کھڑکی سے کودا ہے تو انہیں معلوم ہو گا کہ کتنے چور ایسے ہیں جنہیں کھڑکی سے کودنے کی عادت ہے ان کے متعلق وہ یہ معلوم کریں گے کہ ان میں سے کونسا شخص فلاں تاریخ کو گھر سے غیر حاضر تھا۔ جو شخص گھر سے غیر حاضر ہو گا۔ وہ اسے پکڑ لیں گے غرض یہ بھی ایک علم ہے اور یہ اپنی ذات میں برا نہیں اس سے بہت

تھی ۔اس لئے ان کا سنِ پیدائش بھی ۱۸۴۸ء یا ۱۸۴۹ء کے قریب ہی بنتا ہے اور شادی کا سَن اور شادی کا سال ۱۸۶۱ء کے آخیر یا ۱۸۶۲ء کا شروع بنتا ہے۔

حضرت میر صاحب اور نانی اماں کی شادی سے قبل حضرت میر صاحب کے والد فوت ہو چکے تھے اور وہ یتیم رہ گئے تھے مگر ایک واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت میر صاحب کی نسبت اس جگہ ان کے والد صاحب کی زندگی ہی میں ہو چکی تھی یہ واقعہ مجھے جناب شیخ محمد اسماعیل صاحب سرسادی مہاجر نے سنایا کہ جب حضرت میر صاحبؓ کے بڑے بھائی سیّد ناصر وزیر صاحب کی شادی لوہارو والوں کے ہوئی اس وقت ان کی عمر چھوٹی ہی تھی (میرا خیال ہے کہ اس وقت ۸ یا ۹ سال کی عمر ہوگی۔محمود عرفانی) برات لوہارو میں گئی۔ حضرت میر صاحب کے والد صاحب بھی ساتھ تھے۔رات کو لوہارو والوں کی طرف سے (کیونکہ وہ نواب لوگ تھے) کنچنی کے ناچ کا انتظام تھا۔سب لوگ اس ناچ کو دیکھنے میں مشغول تھے۔مگر حضرت میر صاحبؓ نے بیان فرمایا کہ مجھے اس قدر شرم آئی کہ میں نے ایک دفعہ بھی نظر اُٹھا کر نہ دیکھا۔میرا سر جھکا رہا۔

میر صاحبؓ کے بچپن کا زمانہ اور اس خورد سالی کے زمانہ میں ان کی حیا اور نیکی دیکھ کر سیّد عبدالکریم صاحب کے دل میں بڑا خیال پیدا ہوا۔انہوں نے اسی وقت حضرت میر صاحب کے والد صاحب کو کہہ دیا کہ یہ لڑکا میرا ہوا۔اس سے سیّد عبدالکریم صاحب کی نیکی اور دور بین نگاہ کا بھی پتہ چلتا ہے اور پھر میر ہاشم علی صاحب کی وفات کے بعد جبکہ گھر میں سوائے اللہ کے نام کے کچھ نہ رہا تھا۔ان کا ایک یتیم بے یار و مددگار لڑکے کو جس کا کوئی مستقبل نہ تھا۔اپنی لڑکی دے دینا یہ ان کا اور بھی کمال تھا۔

نانی اماں کی تعلیم

میرے پاس وہ حالات نہیں ہیں کہ جن سے میں نانی اماں کی ابتدائی زندگی پر کچھ روشنی ڈال سکوں ۔مگر اس سلسلہ میں میری مدد قرائین بھی کر سکتے ہیں ۔اول تو خاندان میر درد اور ان کے ساتھ ملے ہوئے ایسے خاندان جن کی قرابت داریاں اس خاندان سے تھیں اس کا عام رواج یہ تھا کہ لڑکیوں کو قرآن کریم اور معمولی دینیات کی کتابیں پڑھاتے تھے اور بعض تو ان میں سے عربی اور فارسی اور اردو میں پوری دستگاہ رکھتی تھیں ۔مغلیّہ سلطنت کا زمانہ اور پھر قرب تھا اور شاہی گھروں میں تعلیم عام تھی ۔شہزادیاں فارسی ،اردو میں مہارت تامہ رکھتی تھیں ۔شعر و شاعری کے مشغلے تھے۔اس کا اثر شرفاء

شریف بعض کم بعض اور کم ہوتے ہیں اور یہ فرق بھی ضرور ہے مگر شریف کون ہوتا ہے؟ اس کے لئے فرمایا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں اکرم وہی ہے جو اتقیٰ ہو یعنی زیادہ نیک اور متقی ہو۔ جس قدر کوئی شخص زیادہ خوف خدا کرتا ہے اسی قدر وہ زیادہ بزرگ اور نیک ہے اور اسی قدر زیادہ شریف ہے۔ اس سے ہمیں یہ پتہ لگ گیا کہ کچھ لوگ شریف ہوتے ہیں اور کچھ شریف نہیں ہوتے۔ اور شریف وہ ہوتے ہیں جو خدا کے نزدیک متقی اور پرہیز گار ہوتے ہیں تو شریف اور وضیع کی شادی کرنا درست نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوْ مُشْرِکَۃً وَّالزَّانِیَۃُ لَا یَنْکِحُھَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ وَحُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ (النور: ۴)

کہ زانی مرد زانی عورت یا مشرکہ سے نکاح کرے۔ اور زانی عورت زانی مرد یا مشرک سے نکاح کرے یہ مؤمنوں کے لئے حرام کیا گیا ہے وہ کبھی ایسا نہیں کرتے۔ تو واقعی ایک شریف اور وضیع کا گزارہ ہونا مشکل ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح فرمایا کرتے تھے کہ ایک شخص اپنی عورت کو چھوڑ کر کنچنی کے پاس جایا کرتا تھا۔ اس عورت نے ایک دن ایک کنچنی کو بلا کر پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ لوگ اپنے گھر کی عورتوں کو چھوڑ کر تمہارے پاس آتے ہیں۔ اس نے کہا ہم ناز و نخرے کرتی ہیں۔ پاس بیٹھتا ہے تو لاتیں مارتی ہیں اور طرح طرح کے مخول اور مذاق ہوتے ہیں اس طرح خبیث مردوں کو مزہ آتا ہے اور وہ اور زیادہ ہماری طرف میلان ظاہر کرتے ہیں۔ جب اسے یہ معلوم ہو گیا تو ایک دن جب اس کا خاوند گھر آیا اس کے گھر میں داخل ہوتے ہی اس کی بیوی نے گالیاں دینی شروع کیں اور جب وہ ذرا قریب آیا تو ہاتھ سے بھی اس کی خبر لی۔ وہ اول تو حیران سا رہ گیا کہ یہ آج کیا معاملہ ہے میری بیوی تو نہایت مطیع و فرمانبردار تھی آگے بات نہ کر سکتی تھی یہ تغیر کیا ہو گیا مگر پھر سمجھ گیا اور کہنے لگا کہ اب میں سمجھ گیا اس کی بیوی نے اسے بہت ملامت کی کہ تم اس گند کو پسند کرتے ہو اور فرمانبردار بیوی کی طرف راغب نہیں ہوتے۔ غرض کہ یہ پختہ بات ہے کہ خبیث آدمی کو خبیث عورت پسند آتی ہے اور خبیث عورت خبیث مرد کو پسند کرتی ہے۔ اسی طرح طیب عورت اور مرد طیب کو ہی پسند کرتے ہیں اور اسی کے مطابق ان کا تعلق ہوتا ہے تب جا کر ان کا گزارہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ کوئی دو چیزوں کا آپس میں اس وقت تک تعلق قائم نہیں رہ سکتا جب تک کہ ان کی آپس میں کچھ نسبت نہ ہو۔ حضرت محی الدین صاحب ابن عربیؒ بیان فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ایک جگہ کوا اور کبوتر اکٹھے بیٹھے دیکھے مجھے تعجب ہوا کہ ان کی آپس میں کیا نسبت ہے کہ

ایسے گھر میں پیدا کر دیتا جہاں قرآن دانی کا چرچا نہ ہوتا۔ پھر اگر کسی اچھے گھر میں پیدا ہونے پر جوانی میں مر جاتے تو آج تم کو قرآن سنانے کا کہاں موقع ملتا۔ اس نے کیسے کیسے فضل کیے۔ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ہم نے اپنے فضل سے اس نطفہ کو جس میں ہزاروں چیزیں ملی ہوئی تھیں' سننے والا اور دیکھنے والا بنادیا۔

اب مسلمان کہتے ہیں کہ تجارت ہمارے ہاتھ میں نہیں۔ کبھی کہتے ہیں حکومت ہمارے ہاتھ میں نہیں۔ صرف سو برس کے اندر ہی اندر انہوں نے سب کچھ اپنا کھو دیا۔

شرک کا کوئی شعبہ نہیں جس میں مسلمان گرفتار نہیں۔ نماز' روزے' اعمال صالحہ میں' قرآن کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں نہایت ہی سست ہیں۔ کوئی ملاں ہو اور وہ خوب شعر سنائے تو کہتے ہیں کہ فلاں مولوی نے خوب وعظ کیا۔

کسی عورت نے مجھ سے پوچھا کہ فلاں عورت ایک عرس میں گئی تھی۔ وہ کہتی تھی کہ سبحان اللہ! ہر طرف نور ہی نور برس رہا تھا۔ میں نے کہا وہ کیا تھا؟ کہنے لگی کہ وہ کہتی تھی کہ اندر بھی' باہر بھی مراثی ڈھولک بجا رہے تھے اور خوب خوش الحانی سے گا رہے تھے۔

ریل میں مجھے ایک کنچنی ملی۔ میں نے اس سے کہا کہ تو کہاں گئی تھی؟ کہا کہ سبحان اللہ! فلاں حضرت کے یہاں گئی تھی۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہی کہا کہ ہماری فقیرنی آگئی ہے اور اپنے خادم سے کہا اس کو تین سو روپیہ دے دو۔ میں تو ایک دم مالا مال ہو گئی۔

مسلمانوں میں تکبر بڑھ گیا۔ سستی ہے۔ فضول خرچی ہے اور فضول خرچی کے ساتھ تکبر بھی از حد بڑھ گیا ہے۔ اپنی قیمت بہت بڑھا رکھی ہے۔ سمجھتے ہیں کہ ہم تو اس قدر تنخواہ کے لائق ہیں۔

ہم نے انسان پر بڑے فضل کئے۔ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا یہاں تک کہ انسان کو دیکھنے والا' سننے والا بنایا۔ پھر قرآن کے ذریعہ سے اس پر ہدایت کی راہیں کھول دیں اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ۔ پر کسی نے قدر کی اور کسی نے نہ کی اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا۔

کوئی مسلمان کہتا ہے کہ جھوٹ جائز ہے۔ کوئی مسلمان کہتا ہے کہ تکبر اور فضول اور قسم قسم کی بدکاریاں جائز ہیں۔ برائی سب جانتے ہیں مگر افسوس کہ قدر نہیں کرتے۔ دوسروں کو نصیحتیں کرتے ہیں مگر خود عمل نہیں کرتے۔

ایک عورت کا میاں شراب پیتا تھا۔ اس کو میں نے کہا کہ وہ تم سے محبت کرتا ہے۔ تم اس سے شراب چھڑا دو۔ اس نے کہا میں نے ایک روز اس کو کہا تھا تو اس نے مجھے جواب دیا کہ یہ تجھے نور الدین

۱۴؍جنوری ۱۹۰۶ء "۱ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ۔ ۲ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ۔
۳ ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔ یعنی یا تو قہری غلبہ کے وقت ہماری موت ہوگی جیسا کہ قہری غلبہ مکہ میں ہوا اور یا اس وقت ہماری موت ہوگی جبکہ طبعی جوش سے لوگ ہمارے تابع ہو جائیں گے گویا مدینہ کی سی حالت اس ملک کی ہو جائے گی اور اس طرح گویا ہم مدینہ میں مریں گے۔"

(کاپی الہامات[۱] حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۵۵)

۱۵؍جنوری ۱۹۰۶ء (الف) "تزلزل در ایوانِ کسریٰ فتاد"[۲]

(بدر جلد ۲ نمبر ۳ مورخہ ۱۹؍جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۲۔ الحکم جلد ۱۰ نمبر ۳ مورخہ ۲۴؍جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۱)

(ب) "صبح پیر کا دن ۱۵؍جنوری ۱۹۰۶ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ

امام الدین کی کنجنی بیوی گر پڑی ہوئی ہے۔"

(کاپی الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۶۲)

۱؎ (نوٹ از ناشر) الحکم مورخہ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۳ اور بدر مورخہ ۱۹؍جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۲ میں یہ الہامات مع تفصیل درج ہیں۔ بدر کی تحریر یوں ہے۔

"خدا نے ابتداء سے مقدّر کر چھوڑا ہے کہ وہ اور اس کے رسول غالب رہیں گے۔ خدائے رحیم کہتا ہے کہ سلامتی ہے۔ یعنی خائب و خاسر کی طرح تیری موت نہیں ہے۔ اور یہ کلمہ کہ ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں، اس کے یہ معنی ہیں کہ قبل از موت مکی فتح نصیب ہوگی۔ جیسا کہ وہاں دشمنوں کو قہر کے ساتھ مغلوب کیا گیا تھا اسی طرح یہاں بھی دشمن قہری نشانوں سے مغلوب کئے جائیں گے۔ دوسرے یہ معنے ہیں کہ قبل از موت مدنی فتح نصیب ہوگی۔ خود بخود لوگوں کے دل ہماری طرف مائل ہو جائیں گے۔ فقرہ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ مکہ کی طرف اشارہ کرتا ہے اور فقرہ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ مدینہ کی طرف۔"

۲؎ (ترجمہ از مرتّب) شاہِ ایران کے محل میں تزلزل پڑ گیا۔

(نوٹ از مولانا جلال الدین شمسؓ) چنانچہ اِس الہام کے بعد بالکل خلافِ توقع ایران میں جلد ہی شورِ بغاوت برپا ہوا اور مرزا محمد علی شاہِ ایران نے مجبوراً بتاریخ ۱۵؍جولائی ۱۹۰۹ء روس کے سفارت خانہ میں پناہ لی۔ آخر وہ تخت سے معزول کیا گیا اور پارلیمنٹ بنائی گئی۔ مفصّل دیکھیے "دعوۃ الامیر" تصنیف حضرت سیّدنا امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز۔ انوار العلوم جلد ۷ صفحہ ۵۲۳ تا ۵۲۵ شائع کردہ فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ۔

اور وقت مقرر کر لیں۔

﴿1059﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جالندھر میں زیادہ عرصہ قیام جب رکھا تو دوست احباب ٹھہر کر چلے جاتے تھے ۔لیکن مولوی عبداللہ صاحب سنوری اور خاکسار برابر ٹھہرے رہے ۔ ایک دن میں نے اور مولوی صاحب مرحوم نے ارادہ کیا کہ وہ میرے لئے اور میں اُن کے رخصت ہونے کی اجازت حاصل کریں۔ صبح کو حضور سیر کے لئے تشریف لائے اور آتے ہی فرمایا۔ لو جی میاں عبداللہ صاحب اور منشی صاحب! اب تو ہم اور آپ ہی رہیں گے اور دوست تو چلے گئے ۔ نئے نو دن پرانے سو دن۔ بس پھر ہم خاموش ہو گئے اور ٹھہرے رہے۔

﴿1060﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ ابتداء میں جب میں قادیان مستقل طور پر رہنے لگا تو مرزا نظام الدین صاحب کے ہاں باہر سے برات آئی تھی ۔اس کے ساتھ کنچنی بھی تھی اور ناچ وغیرہ ہوتا تھا۔ میں ایسی شادی کی رسوم میں نہ خود شریک ہوتا ہوں اور نہ اپنی کوئی چیز دیتا ہوں ۔مرزا نظام الدین نے مجھ سے غالباً کچھ دریاں اور چکیں مانگی تھیں۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا۔ دے دو کیونکہ اس شادی سے اغلب ہے کہ دولہا کی اصلاح ہو گی۔

﴿1061﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ مرزا خدا بخش صاحب کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ انہوں نے لڈو میرے ہاں بھیجے۔ میں نے واپس کر دیئے کہ عقیقہ کا کھانا تو میں لے لوں گا مگر یہ میں نہیں لیتا۔ تھوڑے عرصہ بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام وہ رکابی خود لئے تشریف لائے اور فرمایا کہ بات ٹھیک ہے جو تم نے کہی ۔ یہ بچہ کی پیدائش کے لڈو نہیں ۔ بلکہ اس شکریہ کے ہیں کہ ماں کی جان بچ گئی ۔ میں نے نہایت تکریم سے وہ رکابی لے لی ۔ اُس وقت میرے مکان زنانہ کے صحن میں ایک دروازہ تھا اس پر کھڑے یہ باتیں ہوئیں۔

گئے بلکہ جو مکانات تجویز کئے ان کے قیام و بقا کا دعویٰ نہیں کیا گیا اور اگر بفرض محال دعویٰ کیا گیا تو باطل ثابت ہوا۔ بیت الشّمس افریقہ کا اور پڑا مون یونان کا۔ ایا صوفیا روم کا۔ آتش کدہ آذر کا۔ سومنات جگن ناتھ۔ کانشی۔ متھرا۔ گیا امر ناتھ وغیرہ وغیرہ کچھ کم نہیں گزرے۔ ان میں سے بعض تو نیست و نابود ہی ہو گئے اور بعض مخالفوں کے مفتوح ہیں۔ اپنے پرستاروں کے لئے مأمن نہیں رہے اور چونکہ امن ہمیشہ خوف کے مقابلہ میں ہوا کرتا ہے اور دنیا میں ایک ہی عظیم الشان مذہبی خوف تھا جس کا ذکر کتب سابقہ یہود و نصاریٰ میں ہے اور صرف وہ ایک ہی فتنہ الٰہی حکمتوں سے مقدر تھا جس سے پناہ مانگنا ہم کو سکھایا گیا۔ وہ فتنہ ہے دجال کا فتنہ۔ اب دیکھو دجال اگر دجالہ لفظ سے نکلا ہے جیسے قاموس اور اس کی شرح میں ہے تو وہ ایک فرقہ عظیمہ (کمپنی) کا نام ہے جو اپنے مال و متاع کو تجارت کے لئے پھیرے اور اگر کسی کذب و افتراء والے کا نام ہے تو اس سے زیادہ کیا افتراء ہوگا کہ عورت کا بچہ خدا کا بیٹا بلکہ خدا بلکہ جامع روح القدس خدا اور روح الابن خدا اور خدائے مجسم اور روح الانسان مانا ہی نہیں گیا بلکہ اس اعتقاد کی طرف کھینچنے کے لئے اربوں روپیہ پانی کی طرح ہر روز بہایا جاتا ہے۔ شراب جو جماع الاثم کیا معنے؟ تمام بدکاریوں کا جامع ہے۔ ان خداؤں کے مجموعہ کے خون کے بدلہ یادگار کے طور پر مذہبی رسم یا عبادت کے وقت پیا اور پلایا جاتا ہے۔ **النساء حبائل الشیطان** (کچھ عورتیں شیطان کا کمند ہیں) کو اس کام پر لگایا گیا۔ اس کام کے واسطے مشنری ہسپتال بنائے گئے۔ میں نے ایک پرانی مشہور کنچنی سے پوچھا تھا کہ تمہارا پیشہ جو قطعاً قویٰ فطریہ انسانیہ کے خلاف ہے اور ان کا دشمن ہے۔ مجھے معلوم نہیں ہوسکتا کہ کس طرح پیدا ہوگیا؟ تو اس تجربہ کار نے مجھے جواب دیا۔ قربان جاؤں! خوش خوراک خوش پوشاک مرد اور با این ہمہ خواہشات پھر کاہل و سست یہ پیشہ اختیار نہ کرے تو کیا کرے؟ مگر اس بیان کے بعد ثابت ہوگیا کہ دام مارگیوں ساکتوں نے مذہبی رنگ میں اس فرقہ کو عورتوں کے جنم سدھارنے

وہ کہنے لگا میرے پہلو میں فلاں مخلص صحابی پڑا ہے اور اُسے بھی پیاس کی شدید تکلیف ہے۔ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ میں پہلے پانی پی لوں اور وہ صحابی رہ جائیں۔ اس لیے پہلے ان کے پاس پانی لے جاؤ۔ وہ پانی لے کر اُن کے پاس پہنچا تو وہ کہنے لگے میرے پہلو میں حضرت فضلؓ پڑے ہوئے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں پہلے اُنہیں پانی پلاؤ۔ جب تک وہ پانی نہ پی لیں میں پانی نہیں پی سکتا۔ وہ سات زخمی صحابہ تھے جو میدانِ جنگ میں پیاس کی شدت اور زخموں کی تکلیف سے تڑپ رہے تھے مگر اُن میں سے ہر ایک نے یہی کہا کہ جب تک میرا ساتھی پانی نہ پی لے میں پانی نہیں پی سکتا۔ جب وہ آخری صحابیؓ کے پاس پہنچا تو وہ فوت ہو چکے تھے اور جب وہ لَوٹ کر دوسروں کے پاس آیا تو وہ بھی فوت ہو چکے تھے۔5

اب دیکھو یہ لوگ بیشک مارے گئے لیکن وہ اپنی موت سے مسلمانوں کو سینکڑوں سال تک حکومت پر قائم کر گئے۔ ایک ایسی جنگ میں جس میں دشمن کا ساٹھ ہزار لشکر سامنے تھا پندرہ بیس مسلمانوں کا مارا جانا کوئی بڑی بات نہیں لیکن انہوں نے مر کر چار سو سال تک مسلمانوں کی حکومت قائم کر دی اور آخر حضرت عباسؓ کے خاندان میں بھی حکومت آئی اور عباسی حکومت بڑی شان سے قائم ہوئی۔ مگر بعد میں جب مسلمان ناچ گانوں میں مشغول ہو گئے، جب انہوں نے رنگ رلیاں منانی شروع کر دیں، جب وہ شرابیں پینے لگ گئے، جب وہ عیاشی میں مبتلا ہو گئے اور انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ اسحاق موسوی بڑا اچھا گانے والا ہے، فلاں کنچنی خوب ناچتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تباہی کے لیے ہلاکو خان کو بغداد پر مسلّط کر دیا اور اُس نے ایک دن میں اٹھارہ لاکھ مسلمانوں کو قتل کیا اور شاہی خاندان کی کوئی ایک عورت بھی ایسی نہ چھوڑی جس کے ساتھ بدکاری نہ کی گئی ہو۔ اب کُجا تو اُن کی یہ حالت تھی کہ روم جیسے بادشاہ کے لشکر کو جو ساٹھ ہزار کی تعداد میں تھا مسلمانوں کے صرف ساٹھ آدمیوں نے شکست دے دی اور کُجا یہ حالت ہوئی کہ ہلاکو خان چند ہزار کا لشکر لے کر آیا اور لاکھوں مسلمان اُس کے آگے آگے بھاگتے پھرے اور اس نے اٹھارہ لاکھ آدمیوں کو قتل کر دیا۔

غرض جب تک اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے فتوحات حاصل ہوتی جاتی ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی مدد کم ہو جاتی ہے تو فتوحات بھی کم ہو جاتی ہیں۔ ہماری جماعت کے دوستوں کو بھی چاہیے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی مدد مانگتے رہا کریں اور پاکستان کے سپاہیوں کو بھی چاہیے کہ وہ دعاؤں اور ذکرِ الٰہی سے

بجز ہمارے اور کسی کو کوئی خواب نہیں آتی اور نہ کوئی الہام ہوتا ہے بلکہ ہمارا تجربہ تو یہاں تک ہے کہ بعض وقت ایک کنجری کو بھی جس کا دن رات زنا کاری پیشہ ہے سچے خواب آسکتے ہیں۔ ایک چور بھی جس کا پیشہ بیگانہ مال کا سرقہ ہے بذریعہ خواب کسی سچے واقعہ پر اطلاع پا سکتا ہے۔ ہمارا دعویٰ جس کو ہم بار بار لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ایسی خوابیں اور ایسے الہام جو کمیّت اور کیفیت کے لحاظ سے ہزاروں تک اُن کی نوبت پہنچ گئی ہو اور کوئی اُن کا مقابلہ نہ کرسکتا ہو یہ مرتبہ صرف ان لوگوں کو ملتا ہے جن کو عنایت الٰہی نے خاص طور پر اپنا برگزیدہ کرلیا ہے دوسرے کو ہرگز نہیں ملتا اور یہ کہ دوسروں کو شاذ و نادر طور پر کوئی سچی خوابیں آتی ہیں یا الہام ہوتا ہے۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے نوع انسان کی بھلائی کے لئے ہے کیونکہ اگر وحی اور الہام کا دوسرے لوگوں پر قطعاً دروازہ بند رہتا تو خدا کے رسولوں پر کامل طور پر یقین کرنا اُن کے لئے مشکل ہو جاتا اور وہ ہرگز سمجھ نہ سکتے کہ درحقیقت اِن نبیوں پر وحی نازل ہوتی ہے یا فریب ہے یا صرف وساوس میں مبتلا ہیں کیونکہ انسان کی یہ عادت ہے کہ جس بات کا اس کو نمونہ نہیں دیا جاتا وہ پورے طور پر اس بات کو سمجھ نہیں سکتا اور آخر بدظنّی پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے شراب خوار قومیں یورپ اور امریکہ کی جن کے دماغ بباعث شراب کے خراب ہو جاتے ہیں اکثر سچی خواب کے وجود سے بھی منکر ہیں کیونکہ اپنے پاس نمونہ نہیں رکھتے۔ پس اِسی مصلحت سے کوئی سچی خواب اور کوئی سچا الہام نمونہ کے طور پر لوگوں کو عام طور پر دیا گیا تا جس وقت اُن میں کوئی نبی ظاہر ہو تو دولت قبول سے محروم نہ رہیں اور اپنے دلوں میں سمجھ لیں کہ یہ ایک واقعی حقیقت ہے جس سے چاشنی کے طور پر ہمیں بھی کچھ دیا گیا ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ یہ معمولی لوگ ایک گدا پیشہ کی مانند ہیں جس کے پاس چند روپے یا چند پیسے ہیں مگر خدا کے مرسل اور خدا کے نبی وہ روحانی ملک کے ☆

دعوتِ مطالعہ واشاعت

اس رسالہ "مرزا قادیانی کنجریوں کے جھرمٹ میں" کے اختتام پر قارئین کرام کے سامنے یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ یہاں پیش کیے گئے تمام مباحث، حوالہ جات اور تجزیات کسی ایک واقعہ یا ایک اقتباس تک محدود نہیں، بلکہ ایک منظم سلسلۂ واقعات کا منطقی نتیجہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس رسالہ کو مکمل طور پر سمجھنے اور اس کے پس منظر، ربط اور نتائج تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ اس سے پہلے شائع ہونے والے سابقہ رسائل کو بھی ترتیب کے ساتھ پڑھا جائے، کیونکہ ہر رسالہ اگلے باب کی فکری اور تاریخی بنیاد فراہم کرتا ہے۔سب سے پہلے رسالہ "مرزا قادیانی ہیرا منڈی میں" کا مطالعہ کیا جائے، جس میں اس ماحول، فضا اور پس منظر کو واضح کیا گیا ہے جس سے مرزا قادیانی کا تعلق ثابت ہوتا ہے اور جہاں سے اس پوری داستان کی ابتداء ہوتی ہے۔اس کے بعد دوسرا رسالہ "مرزا قادیانی لکھی طوائف کے کوٹھے پر" پڑھا جائے، جس میں مخصوص واقعات اور حوالہ جات کے ذریعے یہ دکھایا گیا ہے کہ یہ تعلق محض سنی سنائی بات نہیں بلکہ خود قادیانی مصادر کی شہادتوں سے ثابت ہے۔ پھر تیسرا رسالہ "مرزا قادیانی کی رنڈی استانی" زیرِ مطالعہ لایا جائے، جہاں یہ عقدہ کھلتا ہے کہ یہ میل جول وقتی یا اتفاقی نہ تھا بلکہ اس نے فکری، اخلاقی اور تربیتی اثرات بھی مرتب کیے، جن کے نقوش مرزا قادیانی کی جماعت اور اس کے پیروکاروں میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ان تینوں رسائل کو ترتیب سے پڑھنے کے بعد جب قاری اس چوتھے رسالہ "مرزا قادیانی کنجریوں کے جھرمٹ میں" تک پہنچتا ہے تو تمام کڑیاں آپس میں جڑ جاتی ہیں، واقعات ایک دوسرے کی تفسیر بن جاتے ہیں اور تصویر پوری طرح واضح ہو جاتی ہے، جس سے کسی ابہام یا تشکیک کی گنجائش باقی

نہیں رہتی۔ اس لیے قارئین سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ اس رسالہ کو تنہا نہیں بلکہ پورے سلسلۂ رسائل کے ساتھ پڑھیں تاکہ موضوع کی سنگینی، تسلسل اور نتیجہ پوری طرح سمجھ میں آسکے۔ مزید یہ کہ اگر آپ اس مطالعہ کے بعد اس نتیجے تک پہنچیں کہ یہ مواد حقائق پر مبنی، حوالہ جاتی اور فکری طور پر اہم ہے تو یہ آپ کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اسے آگے دوسروں تک بھی پہنچائیں، اپنے دوستوں، اہلِ علم اور سنجیدہ قارئین میں تقسیم کریں، تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس فکری و تحقیقی سلسلے سے آگاہ ہوسکیں اور حقائق تک رسائی حاصل کرسکیں، کیونکہ علم کو آگے پہنچانا ہی اس کا اصل مقصد اور سب سے بڑی خدمت ہے۔

اپیل برائے مالی معاونت

جامعہ ختمِ نبوت گوجرانوالہ میں تقابل ادیان ومذاہب اور درسِ نظامی کی اعلیٰ تعلیم جاری ہے، جہاں طلبہ کو دینی وعلمی میدان میں مضبوط بنیاد فراہم کی جاتی ہے۔موجودہ دور کی شدید مہنگائی کے باعث جامعہ کے تعلیمی وانتظامی اخراجات میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔ان حالات میں ہم مخیر حضرات سے دل کی گہرائیوں سے اپیل کرتے ہیں کہ ماہانہ بنیادوں پر 20، 30 یا 50 ڈالر (یا اپنی استطاعت کے مطابق) مستقل معاونت فرما کر اس صدقۂ جاریہ میں حصہ لیں۔آپ کا تھوڑا سا تعاون بھی ہمارے طلبہ کی تعلیم اور جامعہ کے انتظامات کے لیے بہت بڑی مدد ثابت ہوسکتا ہے۔فنڈز ارسال کرنے کے لیے جامعہ کا بینک اکاؤنٹ، جیز کیش، یا ایزی پیسہ نمبر درج ذیل ہے:(00923247448814)اللہ تعالیٰ آپ کے رزق میں برکت، صحت وسلامتی، اور دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

مخیر حضرات متوجہ ہوں!

مخیر حضرات سے گزارش ہے کہ ہمارے اس رسالے اور دیگر دینی مطبوعات کی اشاعت میں تعاون فرمائیں، تاکہ یہ کتب مسلمانانِ اہلِ حق کے لیے قادیانیت کے فتنہ کو سمجھنے اور اپنے عقائد کے تحفظ میں مؤثر ثابت ہوں۔اگر آپ اس رسالے کی طباعت میں حصہ لینا چاہیں تو براہِ کرم ہمارے فراہم کردہ واٹس ایپ نمبر پر رابطہ کریں۔


+923247448814